بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

In Search of Truth

Life History

Of

Dr. Ibrahim Khan Omar Khan Deshmukh

جستجوئے حق

ڈاکٹر ابراہیم خان عمر خان دیشمکھ

کی سرگزشت

1987

اپنی شریک حیات ، مِلی کے نام

جس نے سب سے پہلے مجھے کتابِ مقدس (بائبل) ، مہیا کی اور جو ہمیشہ میری ہمت افزائی کرتی رہی۔

دیباچہ

جب میں نے ڈاکٹر ابراہیم خان عمر خان دیشکمھ کی سر گزشت جستجوئے حق کے پہلے مسودے اور اس میں شامل کئے ہوئے نہایت ضیغم تحقیقی مواد کا مطالعہ کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ ان کی کہانی نہ صرف دل کش اور دل نشین ہے بلکہ سچی بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ، المسیح کو منجی مان کر آپ کے نقش قدم پر چلنے کا ان کا فیصلہ بے حد طویل اور نہایت ہی شدید قسم کی روحانی ، ذہنی اور جذباتی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔

ڈاکٹر دیشکمھ کے مسیح پر ایمان لانے اور اس قدر طویل عرصہ تک اپنے قصد پر ثابت قدم رہنے کے لئے۔ مسیحی ناظرین یقیناً خدا تعالیٰ کے شکر گزار ہونگے۔ ان کی سی روداد سے وہ یہ بھی بخوبی جان سکیں گے کہ اسلام ترک کرنے کے بعد ہر نو متعقد کو کس قدر مشکل راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

یہ لازمی نہیں کہ اسلام ترک کرنے کے بعد ہر شخص اپنے مسلمان رشتہ داروں اور دوست واحباب سے مستقل طور پر قطع تعلق کرلے۔ اس نقطہ کو ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس تصنیف میں نہائت دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوست اوحباب کے ساتھ ان کے تعلقات نہائت خوشگوار ہیں اور وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ روح القدس کے طفیل سے وہ ان کے پہلے سے بھی زیادہ خیر خواہ اور دوست بن گئے ہیں۔

البتہ مسلم ناظرین کا رویہ کیسا ہوگا؟ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ڈاکٹر دیشکمھ کی " جستجوئے حق " ایک انوکھی جدوجہد ہے۔ گناہ ، نجات اور ان کے خدا سے تعلق کا مسئلہ یقیناً دوسرے مسلمانوں کے دل ودماغ کو بھی فکر اور تشویش میں ڈال چکا ہے اور بخوبی جانتے ہیں کہ ان مسائل کو ہمیشہ کے لئے ٹالا نہیں جاسکتا، نہ ہی ان سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ یقیناً ان میں سے چند

اصحاب خدا کی ایسی نزدیکی کے طالب ہیں جس کا مظاہرہ ان کی موجودگی زندگی میں نہیں ہورہا۔ کیا ڈاکٹر دیشمکھ کی یہ روداد ان کے لئے مشعلِ راہ بن سکتی ہے، کم از کم اس حد تک کہ وہ بذاتِ خود حق کی تلاش میں لگ جائیں؟

کچھ اور مسلمان شاید یہ جاننا پسند کریں کہ قرآن مجید کا نہایت سنجیدگی سے مطالعہ کرکے ایک مسلمان قرآن مجید اور المسیح بمطابق قرآن سے مقدس بائبل اور المسیح بمطابق بائبل کی طرف کس طرح رجوع ہوا۔ کیا یہ تسلسل انوکھا مانا جائے جبکہ "حضرت عیسیٰ" کا نام اور آپ کا لقب "المسیح" (دی کرائسٹ) جن وسیع معنوں میں مقدس بائبل میں پائے جاتے ہیں، اپنے عربی اور قرآنی لباس میں مزید تشریح کے محتاج ہیں؟ مقدس بائبل میں نہایت وضاحت اور تکمیل سے بیان کی ہوئی آپ کی سوانح حیات سے آپ کے نام اور لقب کے معانی اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا ناظرین کو یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ المسیح اور بنی اسرائیل کے انبیاء کی مادری زبان عربی نہ تھی؟

اس کے باوجود ڈاکٹر دیشمکھ کے لئے بھی قرآن مجید سے مقدس بائبل کی جانب رجوع کرنا آسان امر نہ تھا۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تبدیلی کوئی پیش قدمی نہ تھی۔ بلکہ اسے ایک معکوس قدم ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک شدید خوف انہیں مقدس بائبل کے منحرف ہونے یا اسے کشادہ دلی سے پڑھنے کے مسئلوں پر آزادانہ تحقیقات کرنے سے روک رہا تھا۔ اس خوف پر قابو پانے میں انہیں جو زحمت اٹھانی پڑی اسے انہوں نے اس کتاب میں نہایت صفائی سے پیش کیا ہے۔ اس تحقیق میں کئی ایسے عقاید کی چھان بین درکار تھی جنہیں اور مسلمانوں کی طرح وہ بھی ہمیشہ سے بلاشک وشبہ مانتے آئے تھے۔

اس کتاب کی تالیف کے لئے ڈاکٹر دیشمکھ کی گزارش کو قبول کرتے ہوئے میں نے چند مقامات پر ان سے وضاحت طلب کی، بعض جگہوں پر ان کے نہایت طویل تحقیقی مواد کی تلخیص کی اور جہاں مناسب سمجھا وہاں عبارت میں معمولی اصلاح بھی کی۔ اس تالیف میں طویل عرصہ ضرور گزرا لیکن وہ سودمند ثابت ہوا۔ ہم دونوں کی متفقہ کوشش یہ رہی ہے کہ یہ کتاب ڈاکٹر دیشمکھ کے اپنے تجربہ، خیالات اور جذبات کی بالکل صحیح ترجمانی کرسکے۔

میں ڈاکٹر دیشمکھ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت اہم سرگزشت کی تالیف وترتیب میں مجھے شرکت کا موقع دیا۔ خداوند کی تمجید ہو!

ارنسٹ ہان

مسی ساوگا، کینیڈا، ۱۹۸۷

فہرست

دیباچہ

تمہید

۱ - پس منظر

۲ - حق کی تلاش

۱ - بین الاقوامی ادارہ کی زندگی

۲ - قرآن مجید کا مطالعہ

۳ - مقدس بائبل سے متعلق قرآنی حوالجات

۴ - مقدس بائبل کا مطالعہ

۵ - مقدس بائبل اور قرآن مجید کے بیانات میں اختلافات

۶ - کیا قرآن مجید میں تمام ضروری معلومات درج ہیں ؟

۷ - قرآن مجید کے دعوے

۸ - تنسیخ

۹ - توسیع اسلام : طریق کار ؟

۱۰ - دوسری راہ

۱۱ - میری کشمکش

۳ - تغیر - میرا گناہ اور خدا کی نجات

۱ - گناہ کی معصیت

۲ - گناہ اور نجات : چند اسلامی نظریات

۳ - مسیح کی معرفت خدا کی نجات

۴ - خراج تحسین

۴ - ازسرِ نَو پیدائش : کیسے اور کس لئے ؟

۱ - خدا کے فرزندوں کی نشوونما

۲ - اطاعت کی قیمت

۳ - منزل کمال کی طرف دوڑ

جستجوئے حق

تمہید

مذہب تبدیل کرنا ان دنوں ایک عام بات ہے۔ بعض کشادہ دل حضرات خدا تعالیٰ کے عرفان اور اس کی ابدی محبت اور اخلاص کی تلاش میں سرگرم رہتے ہیں۔ جونہی ان پر سچائی منکشف ہوتی ہے وہ گناہ سے اور اپنی پرانی روشوں سے منہ موڑلیتے ہیں اور صدقِ دل سے خدا کی راہ پر گامزن ہو کر نئی زندگی اپناتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نجات کی سچی راہ پاتے ہیں اور حیات ابدی حاصل کرتے ہیں۔(القرآن ۲: ۵)

لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیاوی مفاد کی خاطر صحیح راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور کسی اور مذاہب کی آڑ میں نئی راہِ زندگی اپناتے ہیں اور بڑی شان سے اخبارات میں اس کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا جب تبدیلی مذہب کی روداد شاذونادر ہی اخبارات میں چھپتی تھی لیکن آج کل ان ہی اخباروں کے صفحہ اول پر ایسے قصے نمایاں طور پر شائع ہوتے ہیں کو کبھی کبھی اخبار بینوں کو برہم کردیتے ہیں۔ بعض اوقات سیکڑوں اور ہزاروں افراد، یہاں تک کہ یہ دیہات کی مکمل آبادی ہی راتوں رات اپنا مذہب تبدیل کرلیتی ہے۔ یہ محتاج اور فاقہ کشی لوگ اپنے بھوکے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے یا اپنے عریاں جسم کو چھپانے کے لئے عارضی طور پر اپنا مذہب تبدیل کرلیتے ہیں۔ بعض اوقات کسی سیاسی یا فرقہ پرستانہ مقصد کی بنا پر اس قدر کثیر التعداد لوگ بیک وقت اپنا مذہب تبدیل کرلیتے ہیں۔ یہ نہایت ہی نازک مسئلہ ہے جس نے دینی رہنماؤں اور حکومت دونوں کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔

خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا آبائی مذہب " اسلام" ترک کرکے مسیحی بننے کی توفیق دی۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ میں گزشتہ تیس برس سے مسیح کے نقش قدم پر چل رہا ہوں۔ میں خداوند کا ثناخواں وممنون ہوں کہ اس نے میرے گناہ معاف کردئے اورمجھے ابدی زندگی بخشی۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی شخص نے کوئی اورمذہب اختیار کرلیا، فوراً ہی اس سے اپنی روداد شائع کرنے کی گزارش کی جاتی ہے۔فی نفسہ اس میں کوئی برا نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج کل نو مسیحیوں کے قصوں کی بہت ہی وسیع پیمانہ پر اشاعت ہورہی ہے۔ جن میں بعض نہایت دلگداز دربے حد دلدوز بھی ہوتے ہیں۔لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر روداد ناظرین کادل ہلادے۔ دراصل نومعتقد کا ایمان اور اس کی تحریر کامدعا ہی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

مسیحی دوستوں نے جب مجھ سے پہلی بار اپنی سرگزشت قلمبند کرنے کی گزارش کی تو میرے ضمیر نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ میں نے اس قسم کا تقریباً جو بھی قصہ پڑھا تھا اس میں اکثر یہی بتایا گیا تھا کہ مصنف نے نئے مذہب میں کوئی دلکش خوبی پائی جس کی بنا پر وہ اس کی طرف راغب ہوا۔ کچھ اور لوگ الگ الگ ذاتی تجربوں کی بدولت حقیقی خدا کو جان سکے اور اس پر ایمان لائے۔

خدا تعالیٰ نے مجھے نہایت ہی نرالے ڈھنگ سے روشنی دکھائی۔ نہایت طویل عرصہ تک میں حق کی تلاش میں لگا رہا۔ اس مشق کی ابتدا میرے اپنے آبائی مذہب سے ہوئی۔ بڑی جدوجہد اور نہایت سرگرم کھوج کے بعد میں نے صحیح راہ پائی جو مجھے مسیح کے قدموں تک لے آئی۔ کیا میرا مذہب تبدیل کرنا کوئی معجزہ تھا؟ مجھے یقین ہے کہ یہ محض خداوند کے فضل کا نتیجہ تھا۔ لیکن اس وقت میں نے یہ ضرور نہ سمجھا کہ اپنی اس جدوجہد کو قلمبند کروں۔

بہت دنوں کے بعد ایک مذہبی کانفرنس میں میری ملاقات ایک شریف انسان سے ہوئی جسے ہمارے مسلمان بھائیوں اور بہنوں تک مسیح کا پیامِ نجات پہنچانے کی فکر دامنگیر تھی۔ میں اس عزیز دوست کا بے حد ممنون ہوں جس نے مجھے اپنی سرگزشت قلمبند کرنے پر

مجبور کیا تاکہ ، بقول اس کے ۔ میں ان حضرات کو معقول جواب دے سکوں جو میرے مسیحی بننے سے حیرت زدہ ہوگئے تھے۔ ممکن ہے کہ اس تصنیف سے وہ اور ان کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی یہ جان کر شادمان ہوں کہ نجات خداوند مسیح میں ہے۔ قصہ مختصر اس کتاب کا اصل مقصد یہی ہے۔ اس خدائ بالاو برتر کی تمجید ہو" جو چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں۔"

(انجیل شریف ، خط اول تمتھیس ۲، آیت ۴)۔

۱- پسِ منظر

۱۳ اگست ۱۹۳۴ء کو توڑیل کے متوسط طبقہ کے ایک مسلمان خاندان میں میرا جنم ہوا۔ یہ دیہات بھارت کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سے ندی کے کنارے واقع ہے جو کوہ سہیادری کی دلکش وادیوں کو سیراب کرتی ہوگئی گزرتی ہے۔ آج کل کی طرح ان دنوں میں بھی اس دیہات کی آبادی تین گروہوں پر مشتمل تھی: مسلمان ، جنہیں اکثریت حاصل تھی اور جو معاشی اعتبار سے آسودہ حال تھے ، اعلیٰ ذات کے ہندو ، اور اچھوت یا بقول گاندھی جی ، ہریجن۔ ہمارے گاؤں میں کوئی مندر نہ تھا۔ البتہ گاؤں کی سرحد کے باہر لال رنگ لگے ہوئے چند پتھر رکھے ہوئے تھے۔ جنہیں ہندو کبھی کبھار پوجتے تھے۔ جہاں تک مسلمان کا تعلق تھا۔ سن رسیدہ حضرات ، خصوصاً مرد ، دین کے پانچوں فرائض (ارکان) نہایت وفاداری سے ادا کرتے تھے۔ لیکن نوجوان طبقہ شاذونادر ہی ان کی پرواہ کرتا۔

میرے والد کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اسلامی رواج کے مطابق سبھی بھائیوں کے خاندان ایک ہی مکان میں اکھٹے رہتے تھے۔ میرے والد اپنے چھوٹے بھائی کی مدد سے ایک چھوٹے سے قطعہ زمین میں زراعت کیا کرتے تھے ۔ یہ مختصر سا قطعہ زمین تمام بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھی۔ دوسرے تین بھائیوں نے الگ الگ پیشے اختیار کرلئے تھے۔

چونکہ ہمارا خاندان کچھ زیادہ خدا پرست نہ تھا لہذا کوئی بھی فرد دین کا سختی سے پابند نہ تھا۔ ہفتہ وار نمازِ جمعہ اور عیدوں کے مواقع کے سوا شاید ہی کوئی مسجد کا رخ کرتا۔

ہمارے گاؤں کے مسلمان، رواج کے مطابق ، اپنے نوزاد بچوں کو خاندان کے آنجہانی بزرگوں یا عہد عتیق کے نبیوں کے نام دیتے تھے۔ بسا اوقات وہ اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی ایک نام سے قبل لفظ ، عبد (بندہ ،غلام) جوڑدیتے تھے ۔ جیسے عبدالرحمن (رحمنٰ کا بندہ) لڑکیوں کے نام منتخب کرنا کسی قدر مشکل امر تھا کیوں کہ مسیح کی والدہ ، حضرت مریم کے علاوہ

کسی بھی خاتون کا نام قرآن مجید میں درج نہیں کیا گیا۔ نبئی اسلام ، حضرت محمد کی والدہ ، حضرت آمنہ کا نام بھی اسی قدر مقبول عام تھا جس طرح آنحضرت کی بیوی، حضرت عائشہ اور آپ کی بیٹی، حضرت فاطمہ کا تھا۔ البتہ گزشتہ پچیس برس سے لڑکیوں کے ناموں کے انتخاب کا دائرہ کافی وسیع ہوچکا ہے اور اب جدید نام بھی پسند کئے جاتے ہیں ۔ اسی تقلید کے مطابق میرا نام ابراہیم رکھا گیا اور اس کے ساتھ خاندانی القاب خان اور دیشمکھ پیوست کئے گئے ۔ میرے والدین اس بات پر یقیناً نازاں ہوگے کہ ابراہیم نہ صرف میرے آنجہانی دادا کا بلکہ ساری امت کے دادا (جنہیں خلیل اللہ ؛ اللہ کا دوست" بھی کہا جاتا ہے) کا بھی نام تھا جنہیں وہ اپنا بانی (پیٹرئ آرچ، مورث اعلیٰ، بانئی امت) مانتی ہے۔

اسلام میرا دین تھا کیونکہ میرے ماں باپ اسی مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ پھر بھی ۱۹۵۷ء تک تیئس سال کی عمر میں بمبئی یونیورسٹی سے طبی سند (ایم ۔ بی بی ۔ایس ڈگری) حاصل کرنے تک ، میں نے شائد ہی کسی مذہب کی پیروی کی ہو۔ میرے پاس کوئی مذہبی کتاب نہ تھی، نہ ہی قرآن مجید کا کوئی نسخہ ، بچپن میں میں نے کوئی خاص مذہبی تعلیم بھی نہ پائی تھی۔

اور سبھی دیہاتوں کی طرح ہمارے گاؤں میں بھی ایک مسجد تھی۔ یہ مسجد ہمارے مکان سے بالکل قریب تھی جہاں سے روزانہ پانچوں اوقات موذن کی اذان سنائی دیتی تھی۔ چونکہ مسجد میں کسی مستقل امام کا وجود ہی نہ تھا۔ لہذا گاؤں کی کوئی بھی شریف اور خدا ترس بزرگ ہستی جو نماز کے وقت مسجد میں حاضر ہوتی، آگے بڑھ کر امامت کیا کرتی ۔جب کوئی مناسب شخص حاضر نہ ہوتا تو موذن ہی اس فرض کو بھی ادا کرتا۔

ہر صبح، جیسا کہ آج بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ گاؤں کے مسلمان بچے اپنا اپنا سپارہ لے کر مسجد میں جمع ہوجاتے اور امام صاحب کے سامنے بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ انفرادی طور پر بعض بچے نہایت ہی شیرین اور سریلی آواز میں تلاوت کرتے لیکن مشترکہ طور پر ان کی آوازیں نہایت کرخت لگتی تھیں۔

بردارانِ اسلام قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام تصور کرتے ہیں ۔چونکہ وہ عربی زبان میں نازل ہوا اس لئے اسے عربی ہی میں پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ خواہ پڑھنے والا اس زبان سے ناواقف ہی ہو۔ امام صاحب محض ان الفاظ کی اصلاح کرتے جو غلط پڑھے گئے ہوں۔ بچوں کو پڑھی ہوئی آیات کا مطلب سمجھا دینا وہ اپنا فرض نہ سمجھتے تھے کیونکہ خود وہ عربی زبان میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ مسلمان بچوں کو اس قسم کی مذہبی تعلیم جن مدرسوں میں دی جاتی ہے انہیں مکتب کہتے ہیں جو اکثر مسجدوں ہی میں قائم کئے جاتے ہیں۔

جب کوئی بچہ پورے قرآن مجید کی تلاوت ختم کرلیتا تو گاؤں کے چند لوگ اور مکتب کے بچے گاؤں ہی میں کسی ولی کے مزار پر چلے جاتے اور دعا وفاتحہ خوانی کرتے ۔ اس موقعہ پر ایک ناریل اللہ کی نذر کیا جاتا تھا، جسے توڑ کر سب لوگوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ہمارے گاؤں میں ایسے چار مزار تھے جنہیں درگاہ کہتے ہیں۔ اور درگاہوں پر متواتر جلنے والے چراغوں سے ان کو بآسانی پہچانا جاسکتا تھا۔سال میں ایک بار ان اولیا کے یومِ وفات کے موقعہ پر ان سفید مزاروں پر پھولوں اور کپڑوں کی چادریں چڑھائی جاتی تھیں اور مرحومین کے حق میں دعائے خیر مانگی جاتی تھی۔

چونکہ ہمارے گاؤں میں کوئی امام ہی نہ تھا اس لئے وہاں کوئی مکتب بھی نہ تھا جہاں جا پاتا۔ البتہ بعض بچے علی الصبح اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے ۔ جسے ایک مبارک فعل سمجھا جاتا تھا (۱۷:۷۸)۔ چونکہ اکثر والدین ان پڑھ تھے اس لئے بچے کلام کی تلاوت صحیح طور سے کرتے ہیں یا نہیں اس اندازہ لگانا مشکل تھا۔

گاؤں میں ایک بزرگ بھی تھے جو مچھلیوں کے جال بنا کرتے تھے ضعف کی بنا پر وہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد تک جانے کی سکت نہ رکھتے تھے۔ لہذا وہ سبھی فرض نمازیں اپنے گھر پر

ہی ادا کرتے۔آپ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ جس کی بدولت عوام میں کافی مقبول ہو چکے تھے۔ آپ نے پورا قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا۔ گاؤں میں جب کبھی کوئی شخص مرجاتا تو مرحوم کے رشتہ دار آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے کہتے تا کہ آنجہانی کی روح کو نجات ملے۔آپ یہ خدمت محض ایک یا دو دنوں میں انجام دیتے۔ جس کے صلہ میں آپ معمولی اجرت پاتے۔ یہ مانا جاتا تھا کہ اس فعل سے قاری اور رشتہ دار کے ساتھ ساتھ مرحوم کی روح کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

یہ حضرت دو اور عمل کرتے تھے جن کی بنا پر گاؤں میں آپ کی شہرت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ آپ کلام کی آیات پڑھ کر ریت پر پھونک دیتے تھے۔ پھر اس ریت کو مکان کے چاروں طرف بکھیر دیا جاتا تھا تا کہ کوئی چوٹ کھایا ہوا سانپ مکان میں داخل ہو کر کسی کو ڈس نہ لے۔ اسی طرح سے آپ کلامِ پاک کی آیات پڑھ کر مریضوں کو شفا بخشتے تھے۔

حالانکہ آپ قرآن مجید عربی زبان میں پڑھ لیتے تھے لیکن اسے لکھنا یا اس کی تشریح کرنا آپ کے بس کا روگ نہ تھا۔ پھر بھی بعض بچے آپ کے پاس قرآن مجید سیکھنے کی غرض سے جانے سے نہ ہچکچاتے ۔ میں آپ سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ آپ بعض بچوں کو پیٹتے تھے۔ یہاں تک کہ مرغی کے چوزے کو بھی، اگروہ آپ کے کام میں دخل انداز ہوتا، گالی بکتے یا اس پر لعنت بھیجنے سے نہ چوکتے !۔

ہمارے گاؤں میں سرکاری اردو اسکول تھا جہاں میں تعلیم پاتا تھا۔ اردو اور عربی حروف سے آشنا ہونے کے بعد کبھی کبھار گھر ہیں میں قرآن پڑھ لیا کرتا تھا لیکن یہ فرض بھی صرف ماہِ رمضان میں انجام دیتا جو روزوں کا مہینہ ہوا کرتا تھا اور یہ تلاوت بھی قرآن مجید کی چند مختصر سورتوں تک ہی محدود تھی۔ مکمل قرآن مجید، ترجمہ کے ساتھ، میں نے کبھی نہ پڑھا، نہ ہی اس کا کوئی حصہ حفظ کرنے کی سنجیدگی سے کوشش کی۔

ہمارے اسکول کی کارروائی کا آغاز سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے ہوا کرتا تھا جسے کوئی طالب علم بلند آواز میں پڑھتا۔ اس کے بعد دو اور طلبہ کوئی حمد گانا شروع کرتے جسے دوسرے طلبہ بھی ساتھ ساتھ بلند آواز سے گالیتے ۔ ایک دن ہمارے کلاس کے مانیٹر نے مجھ سے سورۃ فاتحہ کی قرات کی درخواست کی ۔ کانپتے ہوئے میں نے اس سورہ کی سبھی آیات ترتیب وار ذہن میں اتارنے کی کوشش کی ۔ پھر ہمت کر کے قرات شروع کی۔ جب تک ہیڈ ماسٹر صاحب نے آگے بڑھ کر گھونسوں کی بارش شروع نہ کی، مجھے یہ محسوس بھی نہ ہوسکا کہ میں نے کس قدر غلط ڈھنگ سے یہ فعل انجام دیا تھا۔ اس کے بعد ہمارے اسکول کے ٹائم ٹیبل میں ہفتہ میں ایک پریڈ مذہبی تعلیم کے لئے وقف کیا گیا۔

جب میں پڑوس کے ایک گاؤں کے اردو میڈیم ہائی اسکول اور بورڈنگ میں داخل ہوا تب مجھے نماز کا زیادہ پابند ہونا پڑا۔ مغرب کی نماز نہ پڑھو تو کھانا نہ ملتا تھا۔ چنانچہ میں نے نماز کی رکعتیں ادا کرنا سیکھ لیا، حتیٰ کہ جب ضمیر ملامت کرنے لگا تو وہ عربی فقرے بھی رٹ لئے جو دورانِ نماز دہرائے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ کافی عرصہ تک مشق کرنے کے بعد، رکعت کی ہر حرکت کے ساتھ کون سا فقرہ پڑھا جائے اس کا علم حاصل کرلیا۔

روزے رکھنا، معینہ فرض نماز ادا کرنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ رکن ہے۔ خصوصاً اس وقت جب ماہ رمضان (روزوں کا مہینہ) موسم گرما کی شدید حرارت میں وارد ہو۔ اسلام بچوں کو روزوں سے مستثنیٰ رکھتا ہے لیکن سنِ بلوغ کو پہنچنے کے بعد، نماز کی طرح، یہ فرض بھی سب پر عاید ہوتا ہے۔

بہر حال روزوں سے اور بھی برکتیں وابستہ تھیں۔رمضان کے ایام میں دوپہر کے بعد اسکول کو چھٹی دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ آنے والی عید کی خوشیوں کا انتظار رہتا تھا جب نئے لباس، بزرگوں سے ملنے والی نقد عیدی، مٹھائیوں اور لذیز کھانوں سے دل سیر ہوتا تھا۔

مجھے یہ خوشیاں کثرت سے اس وقت حاصل ہوئیں جب میں نے پہلی اور آخری بار پورے ماہ کے روزے رکھے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب میں سن بلوغ کو پہنچا اور مجھ سے پہلی بار پورے مہینہ کے روزے رکھنے کی توقع رکھی گئی۔ رواج کے مطابق اس موقعہ پر میری کافی عزت افزائی کی گئی اور میرے اعزاز میں کھانے کی دعوت دی گئی جس میں بیشتر خویش واقارب شریک ہوئے۔

جہاں تک میری یادداشت گواہی دیتی ہے ہمارے خاندان کا کوئی بھی فرد دین کا سنجیدگی سے پابند نہ تھا۔ ہاں ہماری بڑی بہن کی بات اور تھی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتی تھیں اور گھر ہی میں نماز پڑھا کرتی تھیں کیونکہ عورتیں مسجد میں نہ جاتی تھیں۔ لہذا میرا ایمان خاندان کے دوسرے افراد سے یہاں تک گاؤں کے اور مسلمانوں سے، نہ کم تھا نہ زیادہ۔ جوں ہی ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی میں نے خاندانی دین کا وہ تھوڑا بہت علم بھی تقریباً کھو دیا جو کسی زمانہ میں میرا سرمایہ تھا۔

۲- حق کی تلاش

۱- بین الاقوامی ادارہ کی زندگی

آج کل کی طرح تیس سال قبل بھی بھارت کے طبی کالجوں میں نشست پانا نہائت مشکل تھا۔ ان دنوں طلبہ کا داخلہ محض تعلیمی قابلیت پر منحصر ہوا کرتا تھا۔ عطیات طلب نہ کئے جاتے تھے۔ نہ ہی کسی طالب علم کو اپنا مذہب یا ذات تبدیل کرنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ طبی کالجوں میں نشستیں محدود تھیں اور تعلیم کا معیار بہت بلند ہوا کرتا تھا۔ البتہ جو طالب علم پری یونیورسٹی کورس (انٹر سائنس) میں ۶۰ فیصد یا اس سے زائد نمبر حاصل کرتا اسے براہ راست داخلہ مل جاتا۔ خدا کے فضل سے میں بھی اس جدوجہد میں کامیاب ہوا۔

جون ۱۹۵۲ء میں مجھے بمبئی کے گرانٹ میڈیکل کالج میں داخلہ ملا۔ یہ کالج صحیح معنوں میں بین الاقوامی ادارہ تھا کیونکہ مختلف ملکوں، زبانوں اور مذہبوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ یہاں تعلیم پاتے تھے۔

اس وقت میرے دوست واحباب کا حلقہ مسلمانوں اور چند ہندوؤں تک ہی محدود تھا۔ حالانکہ خود اپنے مذہب کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہ رکھتا تھا لیکن اس قدر علم ضرور رکھتا تھا کہ ہندوؤں سے اپنے تعلقات زیادہ نہ بڑھاؤں کیونکہ مسلمان انہیں کافر و بت پرست قرار دیتے ہیں جس کی بنا پر وہ دوستی کے لائق نہیں ہوتے (۳:۲۸، ۴:۱۳۹، ۱۴۴ وغیرہ)۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے پتھر کے بتوں کو خدا مانتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں، حالانکہ میں نے اس بارے میں ان کے اپنے خیالات دریافت کرنے کی کبھی کوشش نہ کی تھی۔

مسیحیوں کے متعلق میرا انداز کچھ ایسا ہی تھا۔ مجھے علم تھا کہ قرآن مجید میں ان کی مقدس کتابوں (توریت، زبور، انجیل) کا تذکرہ ہے لیکن ان کے متعلق مزید معلومات حاصل

کرنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ وہ بھی مشرک تھے، تین خدا کی عبادت کرنے والے جس میں المسیح ، " ابن خدا " بھی شامل تھے۔ مزید یہ کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب میں شریک کرلینے میں مہارت رکھتے تھے۔ ہمارے بزرگانِ دین کا مشورہ یہ تھا کہ ہم صرف مسلمانوں سے رابطہ رکھیں اور دوسروں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں جو محض کافر اور ریاکار ہیں جن کے لئے دوزخ کی زندگی مقرر کی جاچکی ہے(۲:۱۲۰ ، ۳:۱۰۰ ، ۱۱۸ - ۵:۵۱ ، ۵۷ ، ۶۶:۹ ، ۶:۹۸)۔

لیکن ایسے کالج میں کون سا مسلمان اس ہدائت پر سنجیدگی سے عمل کرتا جہاں اکثر نرسیں مسیحی تھیں اور جن کی مدد اور تعاون ناگزیر تھے؟ جوں ہی میں مسیحی اساتذہ اورطلبہ کی صحبت سے لطف اندوز ہونے لگا، میں نے اپنے بزرگوں کی ہدایت کو بالکل بھلادیا۔ بعض اوقات ہم اپنے عقیدوں پر تبادلہ خیالات کرتے حالانکہ یہ بحث اس قدر معنی خیز نہ ہوتی۔ پھر بھی مجھے فخر تھا کہ میں مسلمان تھا۔ لیکن اس خیال سے مجھے تشویش ہونے لگی کہ میرے مسیحی دوست اپنے غلط اعتقاد کی بنا پر جنت سے محروم رکھے جائیں گے۔

مسیحیوں کی ایک خاص خوبی، جس نے مجھے بے حد متاثر کیا، یہ تھی کہ ان کے اعمال اکثر ان کے اقوال کے بالکل مطابق ہوا کرتے تھے۔ وہ نہ صرف زبان سے کہتے کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھو، حاجت مندوں کی مدد کرو یہاں تک کہ دوسروں کی خاطر اذیت اٹھانے کے لئے تیار رہو بلکہ اپنے اقوال کے مطابق عمل بھی کرتے۔ کیا یہی وجہ ہے کہ جہاں قرآن مجید کی چند آیات میں مسیحیوں کی تحقیر کی گئی ہے وہاں دوسری آیات میں ان کی توصیف پائی جاتی ہے؟

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم یا مذہب کا ہو) جو خدا اور روزقیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (بقرہ ۶۲)۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُواْ الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُواْ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ قَالُوَاْ إِنَّا نَصَارَى ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ

(اے پیغمبر) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگں کو پاؤ گے جوکہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ (مسیحی) ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔ (سورہ المائدہ ۸۲)۔

کالج کے ان ہی ایام میں مقدس بائبل پر مبنی دو فلمیں بمبئی میں نمائش کے لئے پیش کی گئیں: کوواڈس اور دی ٹین کمانڈ مینٹس ۔لا تعداد مسلمانوں نے ان فلموں کو دیکھا جن میں کئی برقعہ پوش خواتین بھی شامل تھیں۔مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ حضرت موسیٰ کا قصہ قرآن مجید سے بھی زیادہ تفصیل سے مقدس بائبل میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس فلم میں بائبل کے قصہ کے علاوہ چند اور باتیں بھی شامل کی گئی تھیں۔ کیا قرآن مجید میں ہر وہ قصہ درج نہیں ہے جو پہلی آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے؟ حالانکہ میں اپنے مذہب کو بہتر اور افضل مانتا رہا۔ لیکن ان باتوں سے میں کچھ پریشان ضرور ہوا۔

حالات سے مجبور ہو کر مجھے اپنی اعلیٰ طبی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں میں حکومت نے جزام (کوڑھ) کی بیماری کی روک تھام کے لئے ایک نیا پروجیکٹ شروع کیا تھا۔ خدا کے فضل سے اسی پروجیکٹ کے ماتحت رائج شدہ ایک نئے سینٹر پر میڈیکل

آفیسر کی حیثیت سے میرا تقرر ہوا۔ بمبئی کو الوادع کہنے سے قبل ایک مسیحی دوست نے مجھے مقدس بائبل عنایت کی اور مجھ سے یہ وعدہ کروایا کہ میں اسے ضرور پڑھوں گا۔ اسی اثنا میں میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کروں گا تاکہ اپنے مذہب کی سیدھی راہ سے بھٹک نہ جاؤں۔ قرآن مجید صاف طور سے متنبہ کرتا ہے کہ اسلام ترک کرنے والے ہرگز نجات نہ پائیں گے (۲: ۱۶۱، ۱۶۴، ۴: ۴۷، ۵۶)۔

۲۔ قرآن مجید کا مطالعہ

میں نے قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ خریدا جس میں عربی متن کے ساتھ ساتھ آیات کا اردو ترجمہ اور کچھ تفسیر بھی درج ہو۔ فرصت کے ایام میں میں نے پورا قرآن مجید ایک بار پڑھ لیا۔ اس مطالعہ کے دوران میرا دھیان چند مخصوص باتوں کی طرف خودبخود مبذول ہوتا گیا جنہیں میں فوراً ایک نوٹ بک میں درج کرتا گیا۔ ان ہی میں سے چند باتیں اگلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جوں جوں میں قرآن مجید پڑھتا گیا، خوفزدہ ہوتا گیا۔ تسکین پانے کی بجائے میں اور زیادہ پریشان ہوا۔ دل تو بہت چاہتا تھا کہ کم از کم وہ آسمانی کتابیں پڑھ لوں جن کا ذکر خود قرآن مجید میں کیا گیا ہے لیکن اس کتاب میں بیان کی ہوئی دھمکیاں اور ڈراوے میری ہمت کو پست کردیتے تھے۔ میں اللہ کے قہر سے ڈرتا تھا۔

تاہم محض خوف اور بزدلی ہی اہم وجوہات نہ تھیں۔ میں کسی ایک بھی مسلمان کو نہ جانتا تھا۔ جو پہلی آسمانی کتابیں پڑھتا ہو، ان کا ذکر کرتا ہو یا ان کا کوئی نسخہ ہی اپنے گھر میں رکھتا۔ بزرگوں کا یہ دعویٰ تھا کہ یہود اور نصاریٰ (مسیحیوں نے اپنی مقدس کتابوں میں تحریف کی لہذا انہیں منسوخ کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا تھا کہ مسیح کے ساتھ انجیل بھی آسمان پر اٹھالی گئی۔

یقیناً یہ تمام دعوے مسیحیوں کے ان دعوؤں سے میل نہیں کھاتے کہ ان کی مقدس بائبل کا ایک ایک حرف شروع سے اب تک صحیح وسالم ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ پہلی آسمانی کتابیں نہ پڑھی جائیں، تعصب، خوف اور تہدید کے بھنور میں پھنس کر میں ڈگمگا گیا۔ میں کوئی بت پرست یا کافر نہ تھا بلکہ مومن تھا اور کلمہ پڑھتا تھا۔ میری طرح اور بھی کئی مومن تھے جن میں سے ایک بھی "نام نہاد مسلمان" نہ کہلاتا تھا۔

میں نے اسی دم یہ فیصلہ کرلیا کہ قرآن مجید کا کوئی اچھا سا انگریزی ترجمہ حاصل کرکے اسے بھی پڑھ لوں تاکہ میرا ایمان اور مضبوط ہو اور مقدس بائبل کے مطالعہ کے سلسلہ میں جھجک اور تشویش میرے دل میں ہے وہ دور ہو۔ ایک ریلوے اسٹیشن کے بک اسٹال پر محمد مارڈیوک پکتھال کے انگریزی ترجمہ پر اچانک نظر پڑی جسے میں نے فوراً خرید لیا۔ پکتھال انگریز تھے جنہوں نے آج سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد کے نظام کی ملازمت کے دوران، اسلام قبول کیا اور بڑی محنت اٹھا کر قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ بھارت کے مسلمانوں میں آپ کا ترجمہ کافی مقبول ٹھہرا۔ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران پہلی آسمانی کتابوں کے متعلق جو بھی قرآنی حوالجات دستیاب ہوئے انہیں میں ترتیب وار لکھتا گیا۔

۳۔ مقدس بائبل سے متعلق قرآنی حوالجات

۱۔ قرآن مجید اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں اور پیغمبروں پر اپنا کلام نازل کیا جس میں سے کچھ کتاب کی شکل میں لکھا گیا۔ قرآن مجید پہلی سبھی آسمانی کتابوں کی صداقت اور ان کے مستند ہونے کی گواہی دیتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ سبھی آسمانی کتابیں اہل جہاں کے لئے ہدایت، رحمت اور روشنی ہیں اور ہر شخص ان پر ایمان لائے۔(۲: ۵، ۴، ۹۱، ۹۷، ۱۳۶، ۲۵۸، ۔ ۳: ۴، ۸۴، ۴: ۱۳۶، ۱۶۳، " ۵: ۴۴، ۴۶، ۴۸، ۶۶، ۔ ۶: ۹۳، ۱۵۵، ۷: ۱۴۵، ۱۰: ۳۸ وغیرہ)۔

۲۔ جس وقت قرآن مجید نازل ہوا اس وقت یہ سبھی آسمانی کتابیں موجود تھیں۔ یہود اور مسیحی نہ صرف ان کی تلاوت کرتے تھے بلکہ انہیں نہایت غور سے پڑھتے تھے، اپنی

اولاد کو سکھاتے تھے اور ان پر نہایت پابندی سے عمل پیرا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قرآن مجید ان دوقوموں کو قارئین کتاب یا اہل کتاب (اہل کتاب) کے نام سے مخاطب کرتا ہے، (۲: ۴۴، ۱۱۳، ۱۲۱۔ ۳: ۷۸، ۷۹۔ ۵: ۴۳۔ ۶: ۹۶۔ ۷: ۱۵۷۔ ۱۰: ۹۵ وغیرہ)۔ نہ کہ جھوٹی آسمانی کتابیں پڑھنے والے یا اہل کتاب جن کی کتابیں لغو ہیں، جیسا کہ مجھے بتایا گیا تھا۔

۳۔ یہود اور مسیحی توریت اور انجیل کے احکام کے پابند رہیں جن کے علاوہ ان کے پاس کوئی ہدایت نہیں ہے (۵: ۶۵، ۶۹)۔

۴۔ بنی اسرائیل توریت کے مطابق انصاف کریں۔ (۵: ۴۳)۔

۵۔ مسیحی انجیل کے مطابق انصاف کریں:

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنْجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: اور اہلِ انجیل کو چاہیے کہ جو احکام اس میں خدا نے فرمائے ہیں ان کے مطابق حکم دیا کریں اور جو خدا کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا، تو ایسے لوگ نا فرمان ہیں۔(المائدہ ۴۷)۔

۶۔ قرآن مجید میں پہلی آسمانی کتابوں کا پیغام دہرایا گیا ہے (۲۶: ۱۹۲، ۱۹۷)۔

۷۔ اگر اہلِ عرب کو حضرت محمد کے لائے ہوئے پیغام (قرآن مجید) پر کسی قسم کا شک وشبہ ہو تو وہ اہل کتاب سے دریافت کریں (۱۶: ۴۳)۔

۸۔ اگر حضرت محمد خود قرآن مجید کی صداقت پر کسی کے شک وشبہ میں مبتلا ہوں توآپ بھی ان لوگوں سے دریافت کریں جو پہلی آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں (۱۰: ۹۵۔ ۶: ۱۱۵ سے موازنہ کیجئے)۔

۹۔ تاہم قرآن مجید میں چند ناخوشگوار مشاہدات بھی پائے جاتے ہیں جو اہل کتاب سے اور ان کے پہلی آسمانی کتابوں کے وضع استعمال سے تعلق رکھتے ہیں جن کے لئے خود انہیں ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔(۲: ۴۰، ۴۲، ۷۹، ۱۰۱، ۱۴۰، ۱۴۶، ۱۵۹، ۱۷۴۔ ۳: ۷۰، ۷۲، ۷۸، ۱۸۷۔ ۴: ۴۶۔ ۷: ۱۶۲ وغیرہ)۔ان آیات کے مطالعہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی مقدس کتابوں میں تبدیلی (تحریف) کی تھی۔ انہوں نے ان کتابوں کے متن کے کچھ حصے خارج (تخریج) کردیئے تھے یا انہیں چھپادیا تھا یا بھلادیا تھا یا سچ کو جھوٹ کے ساتھ ملادیا تھا۔ دراصل زیادہ سنگین الزامات خصوصاً یہود کے خلاف لگائے گئے ہیں۔

بھلا میں قرآن مجید کے پہلی آسمانی کتابوں کے متعلق ان ناخوشگوار مشاہدات کو ان توصیفی بیانات کےساتھ کیسے ہم آہنگ کرتا جن میں ان کتابوں کی صداقت اور وجود کا اعتراف کیا گیا ہے؟ کیا اہل کتاب جعلی اور منحرف مقدس کتابیں پڑھتے، سیکھتے اور سکھاتے ہیں؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر قرآن مجید انہیں ان ہی کتابوں کے مطابق انصاف کرنے کی تلقین کیوں کرتا ہے؟ اس صورت میں صرف دو نتیجے ممکن تھے حالانکہ ان میں سے صرف ایک ہی برحق ہوسکتا تھا:

۱۔ قرآن مجید آپ اپنی تردید و تغلیط کرتا ہے: ایک مہمل اور ناقابلِ یقین نتیجہ۔

۲۔متن میں تحریف سے مراد اس کا غلط یا ناجائز استعمال کرسکتا ہے یا اس کے کسی حصہ کو چھپانا، اس میں کچھ اضافہ کرنا یا اس کا غلط ترجمہ یا غلط تشریح کرنا وغیرہ جو اصل متن کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے کیا گیا ہو۔ کیا دنیا کے مختلف حصوں میں بسے ہوئے تمام یہودو مسیحی یہ چاہیں گے کہ اپنی مقدس کتابوں کو بدل دیں اور یہ بھی طے کرلیں کہ ان میں کیا تبدیلی کریں؟ کیا اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان سب کا بیک وقت کسی، ایک جگہ اکٹھے ہونا ممکن بھی ہے؟ یقیناً یہ ایک نامعقول اور قطعاً ناممکن قیاس ہے۔

لہذا میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ پہلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی کرنے ، ان کے کچھ حصے چھپانے یا انہیں زبان مروڑ کر پڑھنے کے متعلق قرآن مجید میں درج کئے ہوئے الزامات محض مقامی یہود اور مسیحیوں کے خلاف لگائے گئے تھے اور ان مقامی یہود اور مسیحیوں کی تمام مذہبی کتابیں بالکل پاک اور غیر منحرف رہی ہونگی تا کہ وہ انہیں پڑھ سکیں ، سیکھ سکیں اور ان کے مطابق انصاف کرسکیں ۔ اس کے علاوہ میں نے ایسا کوئی قرآنی ثبوت نہ پایا جو بعض مسلمانوں کے اس دعوے کی تائید کرتا ہو کہ قرآن مجید نے مقدس بائبل کو منسوخ کردیا یا یہ کہ انجیل مسیح کے ساتھ آسمان پر اٹھالی گئی ۔

کیا بعض مسلمان ، جو قرآن مجید کا بلاریب احترام کرتے ہیں ، کبھی کبھی دانستہ یا نادانستہ طور پر ، پہلی آسمانی کتابوں کی موجودہ قدر وقیمت کے بارے میں قرآنی اثبات کا اپنی سہولت کے لئے بے جا استعمال کرتے ہیں ؟ کیا ایسا کرنے میں وہ قرآن مجید کی غلط تشریح کرتے ہیں یا انہیں توڑ مروڑ کر رکھتے ہیں ؟ آخر کار ، مزید تحقیقات کے بعد جب میں نے مقدس بائبل کے تحفظ اور سالمیت کے حق میں بے شمار تاریخی اور آثار قدیمہ سے متعلق ثبوت دریافت کرلئے تو میں حیرت میں پڑگیا ۔ ذی علم مسیحی ، یہود اور دوسرے لوگ ، مقدس بائبل کی تشریح وتفسیر سے ہم خیال نہ ہوں یا اس کے بنیادی عقیدوں کو نا پسند یا نظر انداز کرتے ہوں لیکن وہ اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کرتے کہ یہ بنیادی عقیدے مقدس بائبل میں شروع سے موجود ہیں اور ہمیشہ رہتے آئے ہیں ۔

۴ ۔ مقدس بائبل کا مطالعہ

جب میں نے پہلی آسمانی کتابوں کے وجود ، صداقت مستند ہونے کے حق میں اس قدر آسمانی ثبوت پائے تب کہیں میں نے مقدس بائبل کا مطالعہ شروع کیا ۔ پھر بھی اپنے دل سے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کا خوف دور کرنے کی غرض سے میں نے سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات پھر سے پڑھ ڈالیں ۔

میرے مسیحی دوستوں نے مجھے بتایا تھا کہ مقدس بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے : ۱ ۔ "پرانا عہد نامہ ،" جس میں انتالیس کتابیں شامل ہیں جو مسیح کی آمد سے قبل نازل ہوئی تھیں ۔ ۲ ۔ "نیا عہد نامہ " جس میں ستائیس کتابیں شامل ہیں جن میں اناجیل اربعہ کے علاوہ وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں مسیح کے رسولوں نے مسیحی کلیسیا کے ابتدائی دور کے حالات درج کئے ہیں ۔

مقدس بائبل کا نہایت سنجیدگی سے مطالعہ کرنے کے لئے کئی مہینے درکار ہوتے ہیں خصوصاً اس شخص کے لئے جسے روز مرہ کی ذمہ داریوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے ایسے مطالعہ کے لئے بہت ہی کم وقت میسر ہوتا ہو ۔ اس مقدس کتاب کے پہلے ہی مطالعہ سے میں بے حد متاثر ہوا ۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن مجید اور مقدس بائبل کے بیانات میں اختلاف پا کر میں چکرا گیا ۔

۵ ۔ مقدس بائبل اور قرآن مجید کے بیانات میں اختلافات

قرآن مجید اور مقدس بائبل کا محض سرسری مطالعہ ہی ان دونوں کتابوں میں پائے جانے ولے مشابہات اور اختلافاف کو برسر منظر لاتا ہے ۔ مشابہات سے تو کسی کو تعجب نہ ہوگا خصوصاً مسلم ناظرین کو جو یہ مانتے ہیں کہ دونوں کتابوں میں خدا ہی کا کلام درج ہے ۔ لیکن اختلافاف ؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ خدا نے محض اپنی ہی مرضی سے پہلے نبیوں سے وابستہ اکثر معجزے اس وقت تک پہلی آسمانی کتابوں میں شامل نہ کئے جب تک کہ انہیں قرآن مجید میں نازل نہ کیا جسے تمام آسمانی کتابوں میں افضل اور اعلیٰ ترین کتاب مانا جاتا ہے ؟

گو بعض اختلافات سیدھے سادے نظر آتے تھے لیکن تمام تو ویسے نہ تھے ؟ خدا کے حکم سے فرشتے حضرت آدم کے آگے سر بسجود ہوگئے لیکن ابلیس نے انکار کیا (۵ : ۳۰، ۳۱ ۔ ۲۰ : ۱۱۶) ۔ مقدس بائبل میں یہ قصہ کیوں نہ بیان کیا گیا ؟ مقدس بائبل میں حضرت ابراہیم کے قصہ کو کافی طول دیا گیا ہے لیکن اس میں آپ کے مکہ کے قیام اور کعبہ کی مرمت کا ذکر کیوں نہیں ملتا (۲ : ۱۲۵) ؟ مقدس بائبل میں ان عورتوں کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا

جنہوں نے حضرت یوسف کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے (۱۲: ۳۱) یا حضرت سلیمان کا چیونٹیوں اور پرندہ (ہدہد) کی بولی سمجھنے کی واردات کا ذکر (۲۷: ۱۶، ۲۸) ؟ مقدس بائبل میں خدا کے اس قہر کا ذکر کیوں نہیں جس کی بدولت لاتعداد انسان بندر اور سور بنائے گئے حالانکہ اس مقدس کتاب میں انسانی رویہ کو پرکھنے میں کبھی نرمی نہیں برتی گئی (۵: ۶۰) کیا یہ اختلاف بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ بقول مقدس بائبل حضرت نوح کا پورا خاندان سیلاب سے بچ نکلا البتہ بقول قرآن مجید آپ کا ایک بیٹا اس میں غرق ہو گیا (۱۱: ۴۲، ۴۳)؟ مقدس بائبل کے مطابق حضرت ہارون بچھڑے کا مجسمہ بنانے کا حکم فرماتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اس شخص کا نام السامری بتایا گیا ہے (۲۰: ۸۵)۔ کیا واقعی ایک ہی شخص کے دو یہ نام ہیں؟ یا پھر مقدس بائبل میں درج کیا ہوا نام جو صدیوں سے اسی وضع سے چلا آرہا ہے آخر بدلا کیوں گیا؟ کیا اس سے پیچیدگی اور نہیں بڑھتی جو قرآن مجید میں حضرت مسیح کی والدہ، حضرت مریم، کو حضرت ہارون کی بہن بتایا گیا ہے (۱۹: ۲۸) کیا کوئی یہ سوچنے کی جرات کرسکتا ہے کہ السامری سے سامری قوم مراد لی گئی ہو جو مسیح سے قبل اور خود آپ کے دور حیات میں یہود کی روایتی دشمن تھی؟

مسیح کی جائے پیدائش اور وہاں کے ماحول کے تذکرہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا یہ اختلاف بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے (۱۹: ۲۲، ۲۶)؟ قرآن مجید کے مطابق مسیح ایام طفلی ہی میں معجزے دکھاتے ہیں (۱۹: ۳۰-۳: ۴۹)۔ لیکن مقدس بائبل کے مطابق آپ کا پہلا معجزہ گلیل کے شہر قانا میں پیش آیا جب کہ آپ تقریباً تیس سال کے تھے؟ قرآن مجید کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانے کا قصد ضرور کیا گیا تھا لیکن اس تجویز پر عمل نہیں کیا گیا (۴: ۱۵۷) حالانکہ انجیل شریف نہ صرف اس حقیقت کو نہایت تفصیل سے بیان کرتی ہے بلکہ آپ کی صلیبی موت، تجہیز و تکفین اور دوبارہ جی اٹھنے کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے۔

کیا یہ بے معنی ہے کہ قرآن مجید میں مسیح کی اس ابنیت سے انکار کیا گیا ہے جسے مقدس بائبل بھی نہیں مانتی (۱۱۲-۱-۶: ۱۰۲)۔ لیکن جن معنوں میں مقدس بائبل آپ کو "ابن خدا" کے طور پر پیش کرتی ہے، قرآن مجید اس کی تائید نہیں کرتا؟ کیا اس کی بھی کوئی اہمیت نہیں کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے وہ لازمی طور پر اس نتیجہ پر پہنچے کی مسیحی تین خدا کو مانتے ہیں (۴: ۱۷۱، ۵: ۷۳، ۱۱۶) جس کی بنا پر وہ مقدس بائبل اور قدیم مسیحی عقائد میں پیش کئے ہوئے خدا کی وحدانیت کے تصور کو غلط سمجھ بیٹھے؟

۶۔ کیا قرآن مجید میں سبھی ضروری معلومات درج ہیں؟

اس کے علاوہ کئی مسلمانوں کے اس دعوے کے متعلق کیا کہا جائے کہ قرآن مجید میں پہلی آسمانی کتابوں کے وہ سبھی بیانات شامل کئے گئے ہیں جنہیں جاننا ضروری ہے؟ کیا یہ دعویٰ قرآن مجید کے اپنے اعتراضات کے مترادف ہے کہ اس میں بعض نبیوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا؟ کیا مقدس بائبل میں پیش کئے ہوئے حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت حزقی ایل، حضرت ہوسیع، حضرت عاموس، حضرت میکاہ اور دوسرے کئی نبیوں کے قصے جن کے ناموں کا نشان تک قرآن مجید میں نہیں ملتا، در گزر کئے جائیں گویا ان کی آج ضرورت ہی نہ رہی؟ اگر ان نبیوں کو بھلا دیا گیا تو پھر ان کا احترام کیسے کیا جائے گا؟ کیا ان قصوں میں آج ہمیں کوئی دینی، تاریخی یا سیاسی سبق نہیں ملتا؟ اگر مختصر معلومات ہی کافی ہے تو پھر قرآن مجید میں اکثر بیانات اور واقعات کو بارہا دہرایا کیوں گیا ہے؟

مسیح کو اپنی سوانح حیات اور آپ کی تعلیم اس تفصیل سے قرآن مجید میں کہاں بیان کی گئی ہے جیسی کہ مقدس بائبل میں پائی جاتی ہے، خصوصاً خدا اور ہمارے پڑوسی سے متعلق آپ کے طویل اور فصیح مقالے، خدا کی بادشاہت سے متعلق آپ کی تمثیلیں، آپ کے متعدد معجزات کے تذکرے، حواریوں کے ساتھ آپ کی انتہائی محبت کے چرچے اور مباحثے وغیرہ؟ نیک سامری اور فضول خرچ بیٹے کی تمثیلیں یا ان جیسی کوئی اور تمثیل قرآن مجید میں ڈھونڈیں

بھی تو نہیں ملتی - کیا انہیں اور ان کے ساتھ خاکساری اور محبت کا مطلب سمجھانے والے وہ معنی خیز اور روشن خیال مباحثے بھی بنا سنے ترک کردئے جائیں ، خصوصاً اس محبت کے متعلق مباحثے جو ان متعقدوں کے لئے وقف کی گئی ہے جو سچے دل سے خدا کی محبت اور راستبازی کی طرف رجوع کرلیتے ہیں ؟

اگر میں آدمیوں اور فرشتوں کی زبانیں بولوں -
اور مجھ میں محبت نہ ہو تو میں ٹھنٹھناتا پیتل یا جھنجھناتی جھانج ہو
اگر نعمتِ نبوت رکھوں
اور ہر راز اور ہر علم سے واقف ہوں
اگر مجھ میں یہاں تک کامل ایمان ہو کہ پہاڑوں کو سرِکادوں -
اور مجھ میں محبت نہ ہو تو ہیچ ہوں -
اگر اپنا سارا مال مسکینوں کو کھلادوں -
یا اپنا بدن جلانے کو دے دوں -
اور مجھ میں محبت نہ ہو ، تومجھے کچھ فائدہ نہیں -
محبت صابر ہے اور مہربان -
محبت حسد نہیں کرتی -
محبت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں -
نازیبا کام نہیں کرتی - خود غرض نہیں ہوتی -
غصہ ور نہیں ہوتی - بدگمانی نہیں کرتی -
بدی سے خوش نہیں ہوتی بلکہ نیکی سے خوش ہوتی ہے -
سب کچھ ڈھانپ دیتی ہے - سب کچھ باور کرتی ہے -
سب باتوں کی امید رکھتی ہے سب کی برداشت کرتی ہے -
غرض ایمان ، امید ، محبت
یہ تینوں دائمی تو ہیں
مگر افضل ان میں محبت ہے -

(انجیل شریف خطِ ۱ کرنتھیوں ۱۳ ، آیت ۱ ، ۸ ، ۱۳) -

کیا محبت کی یہ غزل منسوخ ہوچکی ہے ؟ اصل انجیل کی ان سے بھی اعلیٰ آیات آسمان پر اٹھالی گئی ہیں ؟ کیا تمام مسیحی اس قدر ریاکار تھے کہ بذات خود مسیح کی انجیل میں اس قدر بڑے پیمانہ پر تبدیلی (تحریف) کرنے کے باوجود مسیح کی معرفت خدا کی محبت جتانے والے اس غزل کو نہایت گرمجوشی سے گاتے ہیں جس کی بدولت اب ان کے دل مسیح کی روح سے معمور ہوگئے ہیں - کیا قرآن مجید میں ایسی محبت کی کوئی مثال ملتی ہے ؟ کہاں ہیں اس کتاب میں مقدس بائبل جیسے معجزات اور نشانیاں یا اس جیسے بیانات یا وہ طرز تحریر اور حسن بیان جن میں انہیں مقدس بائبل میں پیش کیا گیا ہے ؟

۷- قرآن مجید کے دعوے

جو بھی مومن قرآن مجید کا نہایت غور وخوض سے مطالعہ کرتا ہے اس کا فوراً اس کتاب کے نمایاں اور خصوصی دعوؤں سے سابقہ پڑتا ہے - وہ اللہ کا کلام ہے اور " اللہ کی باتیں نہیں بدلتیں " (۱۰ : ۶۵) - اس کے ذریعے حضرت محمد نوع انسان کو " تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائیں گے " (۱۴ : ۱) - اس میں جھوٹ کو مطلق دخل نہیں ، نہ ہی اس میں کوئی بے ربطی یا اختلاف بیانی ہے (۴۱ : ۴۲ - ۳۹ : ۲۸ - ۴ : ۸۸) وہ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دیتی ہے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے (۱۸ : ۲) - احادیث بھی اس کی صداقت اور اس کے مستند ہونے کی تصدیق کرتی ہیں - یقیناً یہ معمولی دعوے نہیں ہیں -

لیکن کیا قرآن مجید کا تاریخی پس منظر ، اس کا طرز بیان اور اس میں درج کیا ہوا پیغام ان دعوؤں کی تصدیق کرتے ہیں جو وہ اپنے حق میں کرتا ہے؟ قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران پیش آنے والی چند دشواریاں تو ہم اس سے قبل بیان کر ہی چکے ہیں۔ سر دست کچھ اور دشواریاں یہاں پیش کرتے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔ جیسے: اکثر آیات کے نزول کی وجوہات اور تاریخی پس منظر کی عدم تفصیل ،آیات کی تاریخی ترتیب کا غلط سلیقہ ، بعض بیانات میں تاریخی غلطیوں کے امکانات ، بعض اوقات چند بیانات میں خیالات کے تسلسل میں اچانک بے ربطی واقع ہونا جیسے کسی ایک واقعہ کے بیان میں اچانک کسی نئے مضمون کا وارد ہونا وغیرہ۔

خلیفہِ دوم ، حضرت عثمان کے عہد میں قرآن مجید کے مختلف نسخے اکھٹے کئے گئے جن کی مدد سے موجودہ نسخہ مرتب کیا گیا۔ کیا اس سلسلہ میں دستیاب ہونے والی روایات مسلمانوں کے اس حسب معمول یقین دہانی کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن مجید کا موجودہ نسخہ ہو بہو ہی وہی قرآن ہے جو حضرت محمد پر نازل ہوا تھا؟ جو شخص قرآن مجید کی آیات کا تاریخی پس منظر جاننے کا خواہاں ہو وہ اس کتاب کے ان حصوں یا آیات کو بھی جاننا چاہے گا جنہیں روایات کے مطابق حضرت عثمان نے تصحیح کرنے کے بعد ضائع کردیا تھا۔ کیا وہ یہ بھی جاننا نہ چاہے گا ان آیات کے وجود اور ان کے وقت ضائع کئے جانے کی وجوہات کیا تھیں؟ کیا قرآن مجید کی ان قدیم ، مختلف قراتوں کو یونہی بھلا دیا جائے جو معتبر اور مشہو اسلامی تصانیف میں آج بھی پائی جاتی ہیں حالانکہ قرآن مجید کے وہ حصے اس وقت ضائع کردئے گئے تھے؟ اگر انسان کا حافظہ حضرت عثمان کے مرتب کئے ہوئے قرآن مجید کی آیات کو دیا کرسکتا ہے تو کیا اس کی یادداشت ان مختلف قراتوں کو بھی یاد نہیں رکھ سکتی جنہیں دوسروں نے قلمبند کیا خصوصاً آنحضرت کے ان صحابہ کرام کی یادداشت جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہی صحیح آیات تھیں؟ میں یہ جانتا تھا کہ اکثر اوقات ایسے مدلل سوالات مسئلہ پر معقول روشنی ڈالنے کی بجائے جذبات کو زیادہ بھڑکاتے ہیں۔ لیکن ان پر ٹھنڈے دل سے غور بھی تو کیا جاسکتا ہے؟ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے جب کہ بیشتر مسلمان یہ اصرار کرکے آنحضرت کے زمانہ سے آج تک قرآن مجید کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے، ایسے سوالات کی دعوت دیتے ہیں؟

۸ تنسیخ

تنسیخ کا مسئلہ تو اور بھی زیادہ پیچیدہ تھا۔ کئی مسلمانوں نے ، خصوصاً دورِ جدید کے مسلمانوں نے ، تنسیخ کے مسلم الثبوت اسلامی عقیدہ کی مزید تشریح کو ضروری سمجھا ہے۔ ان کا یہ احساس اس مسئلہ کے وجود کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ اصرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید ایک ناسخ کی حیثیت سے پہلے نبیوں پر نازل شدہ آسمانی کتابیں نسخ کرتا ہے حالانکہ خود قرآن مجید اور دوسری مستند اسلامی تصانیف وتفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید ہی ناسخ اور منسوخ بھی۔

سَنُقْرِؤُكَ فَلَا تَنسَىٰ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ

ترجمہ: ہم تمہیں (اے محمد) پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کروگے مگر جو خدا چاہے۔ وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی بات کو بھی (۸۷: ۶و۷)۔

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّهَ عَلَىَ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ: ہم جس آیات کو منسوخ کردیتے یا اسے فراموش کرادیتے ہیں ، تو اس سے بہتر یا ویسی ہی آیت بھیج دیتے ہیں ، کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے؟(۲: ۱۰۶)۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُواْ إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ

ترجمہ: اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں، اور خدا جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے، تو (کافر) کہتے ہیں کہ تم تو (یوں ہی) اپنی طرف سے بنالاتے ہو حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں۔(۱۶: ۱۰۱)۔

اس مسئلہ کو تسلیم کرنے کا شرف خود قرآن مجید کو اور اس کے ابتدائی شارحین ومفسرین کو حاصل ہوتاہے۔ ممکن ہے کہ ان کے لئے یہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ پھر بھی ، اور مسلمانوں کی طرح میں تعجب کرنے لگا کہ خدا کا لاتبدیل کلام بدلا کیسے جاسکتا ہے جبکہ کسی خاص اشارہ کی عدم موجودگی میں قرآن مجید کی ناسخ ومنسوخ آیات کا صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل ہے؟ بہر حال علماءِ دین نے کسی نہ کسی طرح ان آیات کی فہرستیں مرتب کرہی لی ہیں۔

۹۔ توسیعِ اسلام: طریقہ کار؟

مذہبی رواداری اور تلوار سے زور آوری سے متعلق مختلف قرآنی آیات اور ان کی الگ الگ اسلامی تشریحات کی وجہ سے تنسیخ کا مسئلہ اور بھی پیچیدہ بن جاتا ہے" دین (اسلام) میں کوئی زبردستی نہیں ہے"(۲: ۲۵۶-۱۰: ۱۰۰ سے موازنہ کیجئے) آخر اس قرآنی فقرہ کا مطلب کیا ہے؟ خواہ یہ رویہ قرآن مجید کے اس اصرار سے ٹکرائے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کو ہرگز قبول نہ ہوگا اور جو لوگ اسے ترک کریں گے وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے (۳: ۸۵- ۲: ۱۶، ۱۶۱)۔لیکن مکہ کے کاروانوں کے خلاف معرکوں ، مدینہ سے یہود کی جلاوطنی اور جہاد کے حق میں نازل شدہ متعدد آیات کے بارے میں کیا کہا جائے؟ کیا برائی کے عوض نیکی کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہے (۲۳: ۹۶)۔ان طریقوں کا قرآن مجید کے ان احکام سے کیسا موزانہ کیا جائے جہاں یہ تلقین کی گئی ہے کہ لوگوں کی غداری کے باوجود "ان کی خطائیں معاف کردو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے"(۵: ۱۳)؟ جہاد کا بنیادی اسلامی مقصد غیر مسلموں کو یا کم از کم اہل کتاب کو مسلمان بنانے کے علاوہ سارے جہاں پر اسلامی تسلط جمانا ہے۔ کیا یہ نظریہ قرآن مجید کے اپنے اصولوں سے بیگانہ ہے جیسے کے مسیحی معرکے مقدس انجیل سے بیگانہ ہیں؟ کیا جہاد کا مقصد محض اپنے دفاع کے لئے لڑنا ہے جیسا کہ عہد حاضر کے بیشتر مسلمان دعویٰ کرتے ہیں؟ موجودہ دور میں حسب ذیل آیات آخر کیا اہمیت رکھتی ہیں؟

فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ: جب عزت کے مہینے گزرجائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو اور پکڑلو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو، بیشک خدا بخشنے والامہربان ہے۔(۹: ۵)۔

قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَوَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ

ترجمہ: جو لوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزآخرت پر یقین (رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے، یہ بھی ان ہی کی ریس کرنے لگے ہیں خدا ان کو ہلا کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں (۹: ۲۹و۳۰)۔

کیا تنسیخ کے ذریعہ ان آیات اور اس موضوع سے مناسبت رکھنے والی دوسری آیات کے درمیان کا تصادم مٹ جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ناسخ اور منسوخ آیات کون سی ہیں؟ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے، پرانے مفسرین ،منسوخ کرنے والی اور منسوخ آیات کی اپنی اپنی فہرستیں مرتب کرہی چکے ہیں۔ لیکن اگر ان کی فہرستیں صحیح نہیں ہیں، اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی تضاد(اختلاف) نہیں اور نہ اس نے اپنے آپ کو منسوخ کیا ہے۔ تو کیا مسلمانوں کی رائے عامہ اس اجماع سے اتفاق رکھتی ہے؟

ان آیات سے اور ایسی اور آیات سے میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ یہ آیات تخلیقِ جہاں سے بھی قبل لوح محفوظ پر کس طرح نقل کی گئیں! بہر حال ان آیات کی بنا پر اسلامی تسلط کا نہایت مستعدی سے اور وسیع پیمانہ پر قائم ہوجانا ایک لازمی امر تھا۔

۱۰۔ دوسری راہ

کسی شخص میں اتنی ہمت کہاں۔ ہے جو وہ ان قرآنی دعوؤں پر اعتراض کرسکے؟ دین اسلام کے عقائد بجا بھی ہیں یا نہیں اس مسئلہ پر کوئی شخص غور کرنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا، خصوصاً اس عقیدہ پر کہ اس میں ہر زمانہ کے تمام لوگوں کے لئے ایک معقول دین پیش کیا گیا ہے؟ قرآن مجید کی کم از کم وہ آیات جو جنگ وجدال اور کشت وخون کے حق میں ہیں، انجیل شریف کے اس کلام کے سراسر برعکس اور بالکل مختلف ہیں:

میں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو کہ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی، تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۳: ۳۴تا ۳۵)۔

اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اگر تم ان ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور اگر تم ان ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ وہ پورا وصول کرلیں۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خداوند تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیوں وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے۔ جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۶: ۳۲تا ۳۶)۔

جو تمہیں ستاتے ہیں ان کے واسطے برکت چاہو۔ برکت چاہو۔ لعنت نہ کرو۔ خوشی کرنے والوں کے ساتھ خوشی کرو۔ رونے والوں کے ساتھ روؤ۔ آپس میں یکدل رہو۔ اونچے اونچے خیال نہ باندھو بلکہ ادنیٰ لوگوں کی طرف متوجہ ہو۔ اپنے آپ کو عقلمند نہ سمجھو۔ بدی کے عوض کسی سے بدی نہ کرو۔ جو باتیں سب لوگوں کے نزدیک اچھی ہیں ان کی تدبیر کرو۔ جہاں تک ہوسکے تم اپنی طرف سے سب آدمیوں کے ساتھ میل ملاپ رکھو اے عزیزو! اپنا انتقام نہ لو بلکہ غضب کو موقعہ دو کیونکہ لکھا ہے کہ خداوند فرماتا ہے انتقام لینا میرا کام ہے۔ بدلہ میں ہی دونگا بلکہ "اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلا۔

اگر پیاسا ہو تو اسے پانی پلا۔

کیونکہ ایسا کرنے سے تو اس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔"

بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ بدی پر غالب آؤ۔(خط رومیوں ۱۲: آیت ۱۴تا ۲۱)۔

کیا برادرانِ اسلام کی نگاہ میں ایسے کلام کی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں، یہاں تک کہ وہ اسے منسوخ قرار دیتے ہیں؟ لیکن اسے ٹھکرادینے سے پہلے کیا انہوں نے اسے واقعی پڑھا بھی ہے؟

۱۱۔ میری کشمکش

ہر دلعزیز عقائد وروایات بمشکل بھلائے جاتے ہیں خواہ انسان کی اپنی زندگی ان کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ خوف ودہشت کے عالم میں انہیں بھلانا اور بھی مشکل ہوجاتاہے۔ لیکن کیا وہ مصنفین میرے دشمن تھے جنہوں نے انجیل کی مندرجہ بالاعبارتیں تحریر فرمائیں۔ جو میرے روایتی ایمان کو جھنجھوڑرہی تھیں؟

اب مجھے قرآن مجید کے دعوؤں پر گہرا شک ہوچکا تھا۔ نہ ہی میں قرآن مجید اور حضرت محمد کے خلاف اہلِ مکہ کے ان تمام اعترضات سے جنہیں اس کتاب میں اس قدر بے تکلفی سے درج کیا گیا ہے ۔ واقعی ہم خیال ہوسکا۔ اور نہ ہی ان اعتراضات کے خلاف قرآن مجید کے رد عمل سے متفق الرائے تھا۔ قرآن مجید کا مقدس بائبل سے تضاد ،اس کا یہ دعویٰ کہ اس میں مقدس بائبل میں درج کیا ہوا تمام کلام شامل کیا ہوا ہے ۔ جس ڈھنگ سے اس کے مختلف حصوں کو اکٹھا کیا گیا اور موجودہ نسخہ کی شکل میں ڈھالا گیا، مسئلہ تنسیخ ، جہاد کا اطلاق وجواز اور اس کے ساتھ وابستہ وہ مجاہدانہ جذبہ جوامت میں ابھر آیا ہے اور ان کے علاوہ کئی اور امور نے مل کر میرے اس اعتقاد کو ڈگمگادیا جومجھے قرآن مجید کے ان دعوؤں پر تھا جنہیں وہ اپنے خود اپنے اور حضرت محمد کے حق میں پیش کرتا ہے۔

احادیث بھی بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کے لئے ہمیشہ ان سے مدد لی گئی ہے اور تاریخی اعتبار سے یہ واقعی عاقلانہ اقدام ہے لیکن اس کے باوجود ان کے معتبر اور باظابطہ ہونے پر لوگوں کو، یہاں تک کہ کئی مسلمانوں کو بھی ، کس قدر شک ہے اس کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا اور پڑھا ہے۔ کم از کم میری حد تک انہوں نے ان شبہات کو اور بھی تقویت دی جومجھے قرآن مجید کے متعلق شروع سے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید کو بخوبی سمجھنے کے لئے احادیث کو ناگزیر سمجھا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید خود یہ دعویٰ کرتاہے کہ اس کا پیغام انوکھا اور اکمل ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت نہیں۔

لیکن جیساکہ اس تسلسل سے ظاہر ہے کہ ایک اور بھی بڑا مسئلہ درپیش تھا جو درحقیقت اصل مسئلہ تھا۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو تمام نوع انسان کولاحق ہے خصوصاً اس وقت جب لوگ خدا کے تقدس اوراس کے احکام کی صداقت کو محسوس کرتے ہیں۔

اے خداوند اگر تو بدکاری کو حساب میں لائے تواے خداوند ! کون قائم رہ سکے گا؟(زبور ۱۳۰ : ۳)۔

زبور کی اس آیت میں ہر انسان کی مایوس کن حالت کا نہایت خوبی سے نقشہ کھینچا گیا ہے۔ میری حالت بھی ایسی ہی تھی۔ آخر کار خدا کا فضل ہی ہمارے گناہ کا واحد علاج ہے۔ اردو کے مایۂ ناز شاعر ، امیر مینائی میرے اس اعتقاد کی صحیح ترجمانی ان الفاظ میں کرتے ہیں :

شوق سے لکھیں فرشتے میرے عصیاں رات دن
ایک رحمت اس کی ہے اس سارے دفتر کا جواب

(امیر مینائی)

۳- تغیر: میرا گناہ اور خدا کی نجات

قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق اگر میں اہل کتاب سے مشورہ کرتا تو قصور وار نہ ٹھیرتا- اس کتاب نے حضرت محمد کے لئے بھی یہ راہ کھول دی تھی(۱۰ : ۹۵)- پھر کیوں نہ اہل کتاب کی آسمانی کتابوں سے ہی دریافت کرتا جب کہ ان کتابوں کا ترجمہ ان زبانوں میں موجود تھا جنہیں میں جانتا تھ؟ ویسے میں شروع سے ہی ان کی کشش محسوس کرچکا تھا- اب جونہی ان کی گھرائی تک چھان بین کرتا گیا، ان کی کشش ایک زبردست مقناطیس کی کھچاوٹ میں بدلتی گئی گویا پتنگے اور چراغ کی کہانی پھر سے دہرائی جارہی ہو-

۱ - گناہ کی معصیت

اگر آدمی ساری دنیا حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اٹھائے تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟ یا آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے گا؟(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۶ : ۲۶)-

قرآن مجید اور مقدس بائبل دونوں میں باغِ عدن کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہاں مرد اور عورت ، آدم اور حوا ، دونوں خدا کے ساتھ ہم آہنگ زندگی گزار رہے تھے- ان کے تعلقات نہایت گھرے اور بے تکلف تھے، گناہ سے بالکل خالی اور بے داغ -دونوں کتابیں صاف طورسے یہ واضح کرتی ہیں کہ آدم اورحوا خدا کے ماتحت اور اسے جوابدہ تھے لیکن انہوں نے اس کا حکم نہ مانا چنانچہ باغِ عدن سے نکالے گئے- نہ انہیں اور نہ ہی ان کی اولاد کو پھر سے اس باغ میں بحال کیا گیا- تب سے انسان اور خدا کے درمیان رنجش پیدا ہوئی- یہی رنجش انسان نےآپس میں پیدا کرلی یہاں تک کہ خود اپنی جان سے بھی - مقدس بائبل کی پہلی کتاب ، پیدائش کے ابتدائی ابواب اور قرآن مجید کے معتبر حصے انسان کی تاریخ کا نہایت دردناک منظر پیش کرتے ہیں-

کیا خدا اپنے حکم کی نافرمانی اور اس کے نتائج کی پروا کرتاہے ؟ کیا وہ انسان کے گناہ سے غیر ملتفت اور غیر متاثر ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر وہ ہدایت کیوں کرتاہے ،اطاعت کے لئے جزا اور نافرمانی کے لئے سزا کیوں دیتاہے؟ یا پھر اطاعت سے وہ خوش کیوں ہوتا ہے اور نافرمانی کے عوض قہر کیوں نازل کرتاہے؟

" خدا کو کسی کی پرواہ نہیں ہے، اسے نہ غصہ دلایا جاسکتا ہے اور نہ ہی خوش کیا جاسکتا ہے -اس لاشخصی حکم کے باوجود اگر خدا پروا کرتا ہو تو انسان غور کیوں نہیں کرتا کہ اس کا تعلق نہ صرف ایک شکستہ حکم بلکہ خود حاکم کے ساتھ کیسا ہو؟

انسان کی فطرت کس قدر آسانی سے ریاکاری پر اترآتی ہے- یہ میں بھی جانتا تھا-میں خود یہ چاہوں گا کہ اگر میں خدا کا حکم نہ مانوں تووہ پروا نہ کرے اور مجھے سزا نہ دے لیکن دل ہی دل میں یہ بھی چاہوں گا کہ اگر کوئی دوسراا انسان وہی گناہ کر بیٹھے توخدا ضرور اس کاحساب لے اوراسے سزا دے - بہر حال دونوں صورتوں میں خدا کی معافی درکار ہے- یہ جان کہ مجھے یقین ہوگیا کہ خدا کی حکم عدولی خود خدا کی سب سے مقدم نافرمانی ہے- قصہ مختصر میں یہ جانتا تھا کہ میں بھی گنہگار تھا، ایک روحانی مریض ، جس کے گناہ سے خدا واقف تھا- جس طرح مجھے توبہ کرنے کی ضرورت تھی اسی طرح خدا کی بخشش اور اس کے روحانی فضل کو بھی جاننے کی ضرورت تھی- مزید گھرائی سے چھان بین کرنے سے یہ احساس ہوا کہ مجھے خود اپنے آپ سے بچنے کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ میرا ضمیر بھی تبدیلی کا محتاج تھا- جس طرح پھوڑے اور پھنسیاں جسم کی کسی اندرونی بیماری کی محض بیرونی علامت ہیں اسی طرح سے برے اعمالِ دین کی روحانی علالت کی علامت ہیں-

۲۔ گناہ اور نجات: چند اسلامی نظریات

قرآن مجید کا نہایت غور سے مطالعہ کرتے وقت کئی ایسی عبارتیں نظروں کے سامنے آجاتی ہیں جن میں دوزخ کی دہشت او رجنت کے عیش و نشاط اوران دونوں مقامات تک پہنچانے والی راہوں کا ذکر کیا گیا ہے(۶۹: ۱۳، ۵۳)۔میرے لئے دونوں جہان کی زندگی کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ اس مسئلہ نے میرے مکمل وجود کو بالکل درہم برہم کردیا تھا۔اسے آپ خود غرضی کہئے یاکچھ اور لیکن مجھے یہ فکر لاحق تھی کہ میں دوزخ سے بچ کرجنت میں کیسے پہنچوں؟ کیا ناظرین اپنی زندگی کو دائمی خطرہ میں پڑی ہوئی دیکھ کرخدا کے کلام میں کوئی پتہ کی بات ڈھونڈتے ہیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ناظرین دم تو یہ بھرتے ہیں کہ قرآن مجید واقعی خدا کا کلام اور تمام حکمت اور عقلمندی کا سرچشمہ ہے لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی شخص اسے اس مقصد سے پڑھتا ہو کہ وہ اس کے ضمیر کو للکارے۔

انسان کا گناہ اور نجات جیسے نہایت ہی اہم موضوعات پرقرآن مجید میں دی ہوئی تعلیم کو جس حد تک میں سمجھ سکا اور اب بھی سمجھ رہا ہوں، اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

الف۔ قرآن مجید میں کئی بار انسان کی بے دینی، تغافل، نافرمانی، ریاکاری اور بغاوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ بخشا گیا ہے لیکن اسے بدبخت اور بد نصیب بتایا گیا ہے۔ توبہ اور معافی کی ضرورت کو جتایا گیا ہے۔ خصوصاً شرک (بت پرستی) اور کفر (بے دینی، احسان فراموشی) کو سنگین ترین گناہ قرار دیا گیا ہے جس میں شرک کبھی معاف نہ ہوگا (۴: ۱۱۶)۔ خواہ ہم دوسروں کو معاف کردیں اور دوسرے ہمیں معاف کردیں لیکن آخر کار خدا کی بخشش ہی قطعی اور فیصلہ کن ثابت ہوگی(۱۵: ۴۹، ۵۰۔ ۳: ۱۲۹۔ ۴: ۱۷تا۱۸)۔

ب۔ جنت تک رسائی ایمان اور نیک اعمال پر مبنی ہے(۲: ۶۲)۔ انسان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اللہ پرایمان لانے کےساتھ ساتھ قیامت پر، فرشتوں پر، تمام آسمانی کتابوں اور نبیوں پر بھی ایمان لائے، خصوصاً حضرت محمد پر ایمان لاکرآپ کی اطاعت کرے(۲: ۱۷۷)۔ ایمان کے ساتھ ساتھ تشہد، نماز، زکواۃ، روزہ اور حج جیسے ارکان الدین بھی وابستہ ہیں جن کی پابندی بھی لازمی ہے۔ بعض آیات کے مطابق اسلام ہی وہ واحد دین ہے جسے اللہ قبول کرتا ہے (۳: ۸۵)۔ چنانچہ بعض مسلمان خوشگوار مستقبل کے لئے امتِ اسلامیہ میں شمولیت لازمی قرار دیتے ہیں۔

ج۔ اللہ انصاف پسند ہے اور انسان اللہ کو جوابدہ ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ چاہے وہ اللہ کی ہدایت پر عمل کرے یا اسے ٹھکرادے۔ وہ اپنے اعمال اور ان کے نتائج کے لئے خود ذمہ دار ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَمَن تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ

ترجمہ: اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ میں دباہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابتدار ہی ہو۔ (اے پیغمبر) تم ان ہی لوگوں کو نصیحت کرسکتے ہو جن بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز بالاالتزام پڑھتے ہیں۔ اور جو شخص پاک ہوتا ہے اپنے ہی لئے پاک ہوتا ہے اور (سب کو) خدا ہی کی طرف لوٹ کرجانا ہے۔(۳۵: ۱۸)۔

"کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا" اللہ انسان کے ہر عمل کو یہاں تک کہ اس کے پوشیدہ خیالات اور ارادات تک کو دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ اس کے علم اور

اس کے انصاف سے کوئی شے بچ کر نہیں نکل سکتی ۔ قرآن مجید نے اپنے حق میں کس قدر بجا فرمایا ہے کہ وہ محض آگاہ کرنے والی کتاب ہے!

د۔ قرآن مجید میں شفاعت کے امکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن وہ بھی اللہ کی مرضی اور اجازت پر منحصر ہے ۔لہذا یہ جاننا مشکل ہے کہ کن حالات میں شفاعت کارگر ہوتی ہے(۳۹: ۴۴-۳۴: ۲۳)۔

ھ۔ تمام سورتیں تصدیق کرتی ہیں کہ اللہ بے حد مہربان اور نہایت رحیم ہے ۔آیات ۳۹: ۵۳، ۵۴-۶: ۱۲ ملاحظہ فرمائیے۔

و۔ پھر بھی جس طرح اللہ ہدایت کرتا ہے ، اسی طرح وہ گمراہ بھی کرتا ہے (۳۹: ۲۳، ۳۶، ۳۷-۱۶: ۹۳-۱۷: ۹۷)۔ قرآن مجید کی کئی آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان اور کل کائنات کا حشر بلآخر اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر یہ سچ ہے ، جیسا کہ احادیث سے بھی پتہ لگتا ہے تو آخر کار ہر انسان کا حشر صرف اللہ کی مرضی پر منحصر ہے باوجود اس کے کہ اللہ رقیق اوصاف کا مالک ہے (۶: ۱۵۰-۱۷: ۵۴)۔

اگر آج کوئی بھی انسان اپنا حشر نہیں جان سکتا تو پھر کیسے جانتا ؟ چاہے ابھی یہ بدیر لیکن میں یہ کیسے جانتا کہ میرا ایمان اور میرے اعمال اللہ ک حضور مقبول ہوں گے ؟ کیا اللہ میری توبہ قبول کرے گا؟ کیا وہ مجھے معاف کرے گا؟ کیا وہ مجھ پر مہربان ہوگا؟ اگر میں یہ نہیں جان سکتا تب تو میری توبہ اور معافی کی جستجو بے معنی تھی۔ یہ جان کر میری الجھن اور بھی بڑھ گئی کہ ہر شخص کو دوزخ میں جانا ہوگا خواہ متقیوں کے لئے وہ عارضی مقام ہی کیوں نہ ہو (۱۹: ۶۶ تا آخر، آیت ۷۱ کے اور ترجمے بھی ملاحظہ فرمائیے)۔

برادران اسلام قرآن مجید کو اعلیٰ ترین معجزہ الہیٰ اور نوع انسان کے لئے رحمت تصور کرتے ہیں ۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کتاب میں ان کے لئے ہدایت ہے کاش یہ سچ بھی ہو لیکن کیا وہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں؟ اور کیا یہ ہدایت ان کو خدا کی طرف سے ان کی اپنی نجات کا یقین دلاتی ہے ؟ دکھ اس بات کا ہے کہ مجھے قرآن مجید میں وہ جواب نہ ملا جو میری حاجت رفع کرتا۔ آخر مایوس ہو کر میں نے اپنی طویل جستجو ترک کردی۔ پھر بھی ان صفحوں میں پوشیدہ اُس اشارے سے غافل نہ ہوا جس نے میری آنکھیں کھولیں اور میری پیاس بجھادی۔

۳۔ مسیح کی معرفت خدا کی نجات

لیکن وہاں بھی تم خداوند اپنے خدا کے طالب ہو تو وہ تجھ کو مل جائے گا بشرطیکہ تو اپنے پورے دل اور اپنی ساری جان سے اسے ڈھونڈے۔ جب تو مصیبت میں پڑے گا اور یہ سب باتیں تجھ پر گزریں گی تو آخری دنوں میں تو خداوند اپنے خدا کی طرف پھرے گا اور اس کی مانے گا ۔ کیونکہ خداوند تیرا خدا رحیم ہے۔ وہ تجھ کو نہ چھوڑے گا اور نہ ہلاک کرے گا اور نہ اس عہد کو بھولے گا جس کی قسم اس نے تیرے باپ دادا سے کھائی (استثناء ۴: ۲۹ تا ۳۱)۔

اپنی زندگی سے مطمئن اور اپنے گناہ سے غافل انسان ان الفاظ کو سو بار پڑھ کر بھی بے معنی قرار دے گا۔ لیکن میں بیقرار ہو گیا۔ ان الفاظ نے مجھ میں نئی امنگ پیدا کی جس کی بدولت میں نے مقدس بائبل کا اور بھی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اب کی بار میں نے اسے ایک سرد مہر نقاد اور غیر جانب دار مشاہد کی طرح نہیں پڑھا بلکہ ایک ایسے شخص کی طرح جو خدا کی بخشش کا پیاسا ہو۔ یہ اور دوسری آیات مجھے للکار کر کہہ رہی تھیں:

کیونکہ ابنِ آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور بچانے آیا ہے۔(لوقا ۱۹: ۱۰)

یسوع نے جواب میں اس سے کہا ، جو کوئی اس پانی میں سے پیتا ہے وہ پھر پیاسا ہوگا مگر جو کوئی اس پانی میں سے پئے گا جو میں اسے دوں گا وہ ابد تک پیاسا نہ ہوگا بلکہ جو پانی میں اسے دونگا وہ اس میں ایک چشمہ بن جائے گا جو ہمیشہ کی زندگی کے لئے جاری رہے گا(یوحنا ۴: ۱۳، ۱۴)۔

کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ، ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے ۔ کیونکہ خدا نے بیٹے کو دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اس لئے کہ دنیا اس کے وسیلے سے نجات پائے (یوحنا۳: ۱۶ ، ۱۷)۔

اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو، سب میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا(متی ۱۱: ۲۸)۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے میں یہ سمجھتا تھا کہ مسیحی سیدھی راہ سے بہت دور بھٹک گئے ہیں جو مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ یقین کرتے ہیں کہ آپ کو واقعی صلیب پر چڑھایا گیا۔ آپ اللہ کے محض ایک نبی اور پیغمبر تھے۔ اللہ اپنے وفادار نبی کو اس کے دشمنوں کے حوالے کرےگا اور صلیب پر چڑھائے گا ایسا تصور بھی خلاف عقل اور مہمل تھا۔

دوسری طرف ان عقیدوں کے حق میں مقدس بائبل کے بیانات نے مجھے پھر سے ان کی تحقیقات کرنے پر مجبور کیا۔ مزید یہ کہ اگر یہ دعوے اس قدر خلاف عقل تھے تو مسیحی انہیں کیوں گھڑتے اور گلے سے لگاتے ہیں ؟ کیا مسیحی عقلاً اس قدر نا اہل تھے جو انہیں سمجھ نہ پائے یا روحانی اعتبار سے اس قدر مغرور تھے جو اپنی حماقت سے دست برادر نہ ہونا چاہتے تھے ؟ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کم از کم ان کی دلیلیں سنیں، ان کی مقدس کتاب پڑھ کر یہ دیکھیں کہ آخر وہ کیا کہتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم اسے بتائیں کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے؟

مقدس بائبل کے مطابق خداوند محبت ہے (یوحنا۴: ۹، ۱۶) اگر مقدس بائبل کا یہ دعویٰ کہ خداوند محبت ہے ، سچ ہے تو یہ محبت خدا کو بذات خود اس جہان میں وارد ہونے سے کیوں روکتی جبکہ دنیا کو اس کی محبت کی اشد ضرورت ہے؟ انجیل کے پیغام کا یہی نچوڑ ہے کہ خدا کی محبت اس قدر پستی پر اتر کر ہی اتنی بلندی پر سرفراز ہوجاتی ہے۔ کیونکہ " انجیل " کے معنی صرف " خوشخبری " ہیں ، خدا کی نوع انسانی سے محبت کی خوشخبری ۔ اس مقدس کتاب کی ایک نہایت ہی اہم عبارت حسب ذیل ہے۔

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی ۔ اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا۔ ۔۔۔۔۔اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ، ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے بیٹے کا جلال ۔(یوحنا ۱ : ۱، ۵، ۱۴)۔

مندرجہ بالا عبارت کے مطابق خدا کا ابدی کلمہ انسان بنا جو مسیح کہلایا۔ کلمتہ اللہ کی طرح آپ کو ابن خدا (خدا کا بیٹا) بھی کہا جاتا ہے۔ مسیح خدا کے بیٹے نہیں بنے بلکہ خدا کا بیٹا ، کنواری مریم سے اور خدا کی مقدس روح کی قدرت سے مسیح بنا۔ چنانچہ بقول مقدس بائبل ، مسیح کا کلمتہ اللہ اور ابن خدا کے طور پر وجود حضرت مریم سے بالکل نسبت نہیں رکھتا۔ بالفاظِ دیگر ، کلمتہ اللہ (یا ابنِ خدا) نے کنواری مریم کی معرفت انسانی شکل اختیار کی۔ مسیح روحانی طور پر ایک انوکھے ڈھنگ سے ابنِ خدا ہیں جو ابن مریم بنے ۔۔۔ مسیح جنسی تعلقات کی بنا پر ابنِ خدا نہ کہلائے۔ اس تصور کو مسلمانوں کی طرح مسیحی بھی کفر قرار دیتے ہیں۔ ایک مسیحی کی حیثیت سے آج بھی مجھے سورۃ اخلاص سمجھنے میں کوئی پس وپیش نہیں کیونکہ ہر مسیحی کی طرح میں بھی مانتا ہوں کہ خدا ایک اور اس کی کوئی بیوی نہیں۔ مسیح کی ابنیت کا عقیدہ اس بنیادی حقیقت کو مطلق نہیں جھٹلاتا کہ خدا ایک ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مقدس بائبل کی تعلیم کی رو سے مسیح کی ابنیت خدا کی وحدانیت اور سالمیت کی تصدیق کرتی ہے۔

جب خدا محبت ہے ، وہ بھی مقدس محبت ، تب تو مسیح کی صلیب کا بھی کوئی مطلب نکل سکتا ہے ۔ مقدس بائبل کی حسب ذیل آیات ملاحظہ فرمائیے:

جو محبت خدا کو ہم سے ہے وہ خدا نے یوں ظاہر کی کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں۔ یہی محبت ہے ، محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا(۱۔ یوحنا ۴: ۹، ۱۰)۔

لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا(رومیوں ۵: ۸)۔

اس میں شک نہیں کہ انسان فطرتاً گنہگاروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان سے نفرت کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس اصول سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے ۔ اگر مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو تو شاید اپنے آپ کو حقیر جانوں لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ سے پیار کرلیتا ہوں اور خود کو معاف کرلیتا ہوں ۔ اسی طرح ایک ماں اپنے ذی ہوش بیٹے کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر بھی اس سے پیار کرتی ہے۔ حالانکہ وہ خود گناہ کو حقیر جانتی ہے۔

لیکن خدا عظیم تر ہے اور اس کی محبت بھی عظیم ہے ۔خداوند کی تمجید ہو کیوں کہ :

جب میرا باپ اور میری ماں مجھے چھوڑدیں تو خداوند مجھے سنبھال لے گا(زبور ۲۷: ۱۰)۔

" کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا"ایک حد تک قرآن مجید اور مقدس بائبل دونوں اس صادق پر قول سے اتفاق رکھتے ہیں ۔ تاہم دوسرے معنوں میں مقدس بائبل یہ دعویٰ کرتی ہے کہ کوئی بوجھ سے دبا ہوا انسان خود اپنا بوجھ بھی نہیں اٹھاسکتا۔ لیکن خدا کے لئے یہ ممکن ہے اور مقدس بائبل کے مطابق خدانے مسیح کی صلیب کے ذریعہ نہ صرف یہ کرکے دکھایا بلکہ اب بھی کررہا ہے! مقدس بائبل کے مفہوم کے مطابق ، مسیح کی صلیب ، ہمارے گناہ معاف کرنے ، دلوں کو بدلنے اور نئی زندگی بخشنے کا خدا کا اپنا طریقہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ، مسیح کی صلیب ہمارے گناہ کی ماہئیت ، سنگینی اور مہلک نتائج کو آشکارا کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ مسیح کی صلیب ہمیں یہ جتاتی ہے کہ ہمارا گناہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ خدا کے لئے بھی کس قدر گراں ہے۔ مسیح کی صلیب میں خدا کا تقدس اور محبت ایک دوسرے سے مل کر ہم آغوش ہوتے ہیں۔ خدا، انسان کے گناہ اور موت کے دردناک ڈرامہ کا محض خاموش تماشائی نہیں ہے بلکہ اس نے خود اس میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس نے قیمت ادا کی ہے اسی لئے مسیح ہمارا فدیہ کہلاتے ہیں ۔

کیونکہ ابن آدم بھی اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے ۔(مرقس ۱۰: ۴۵)۔

یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے ہیں جس نے مسیح کے وسیلے سے ہمیں اپنا دوست بنالیا اور یہ خدمت ہمارے سپرد کی کہ دوسروں کا بھی خدا کے ساتھ میل ملاپ کرادیں۔(۲ کرنتھیوں، ۵: ۱۸)۔

لیکن مسیح کی صلیبی موت اور تجہیز وتکفین کے بعد خدا نے ایک اور کارنامہ دکھایا" تیسرے دن مسیح مردوں میں سے جی اٹھے ۔ " آپ کے دوبارہ جی اٹھنے میں خدا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی صلیب ، انسان کے لئے خدا کا اپنا منصوبہ ہے۔ جو شخص انجیل کا نہایت ضروری پیغام جاننے کا خواہاں ہو اسے یہی پتہ لگے گا کہ مسیح کی صلیب ہی انجیل کا اصل پیغام ہے جو انسان کے لئے خدا کی خوشخبری ہے۔ انجیل کے وجود کی خالص وجہ یہی ہے۔ البتہ ناظرین اس پیغام کو قبول کرتے ہیں یا ٹھکرادیتے ہیں یہ اور بات ہے۔

کمال تو یہ ہے کہ خود مقدس بائبل مسیح کی صلیب کی جانب انسان کے منکرانہ رد عمل کی پیش بینی کرتی ہے۔ وہ یہ بتاتی ہے کہ مسیح کی صلیب یہود کے لئے سنگ راہ (رکاوٹ) بن گئی ہے کیونکہ کوئی یہودی یہ کیسے یقین کرے کہ خدا تعالیٰ کا موعودہ مسیح صلیب کی اس قدر شرمناک موت مرے گا۔ غیر قومیں (غیر یہود) جو اپنی گنہگاری اور خدا کے تقدس سے ناواقف ہیں اس خیال کو حماقت قرار دیں گے کہ مسیح کی صلیب انسان کی نجات

کے لئے خدا کا انتظام ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو یہ جانتے ہیں کہ ان کی نجات ان کے اپنے بوجھ سے دبے ہوئے جسم کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مسیح کی صلیب کی ناتوانی اور حماقت خدا کی قدرت اور حکمت بن جاتے ہیں۔

یہودی ثبوت کے لئے نشان چاہتے ہیں اور یونانی دانائی تلاش کرتے ہیں مگر ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر یہودیوں کے نزدیک بے قوفی ہے لیکن جو بلائے ہوئے ہیں، یہودی ہوں یا یونانی، ان کے لئے مسیح خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے (۱ کرنتھیوں ۱: ۲۲، ۲۴)۔

بحثیت مسلمان، مسیح کی ابنیت اور آپ کی صلیبی موت کی جانب میرا ردِ عمل عام مسلمانوں کی طرح ہی تھا۔ دونوں معاملے عقل کی رو سے ضعیف اور غیر طبعی لگتے تھے۔ پھر بھی، مقدس بائبل کے بغور مطالعہ کے بعد آج بھی مجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ: ۱۔ کیا برادران اسلام جانتے ہیں کہ مسیحی بھی المسیح کی اس ابنیت کو نہیں مانتے جس سے قرآن مجید بھی انکار کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مقدس بائبل المسیح کی جس ابنیت کو پیش کرتی ہے وہ آپ کی ابنیت کے قرآنی تصور سے قطعی مختلف ہے۔ ۲۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید المسیح کی صلیبی موت کو نہیں مانتا لیکن وہ تاریخی حقیقت ہے جو خدا کی راستبازی اور نوع انسان کے لئے اس کی محبت کی روشنی میں مسیحیوں کے لئے خاص معنی رکھتی ہے۔ کیا برادران اسلام اسے جاننے کی سنجیدگی سے کوشش بھی کرتے ہیں؟

مختصر یہ کہ جب برادران اسلام مقدس بائبل کے ان بنیادی عقائد کو مسترد کرتے ہیں تب وہ جانتے بھی ہیں کہ وہ کیا مسترد کرتے ہیں اور کیوں؟

خدا کے تقدس اور محبت کی از سر نو واقفیت اور میرے اپنے گناہ کے خوفناک شعور نے میرے اور خدا کے آپسی رشتہ پر نئی روشنی ڈالی۔ مسیح پر ایمان لاکر بپتسمہ لینے کا میرا فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ دراصل کافی دماغی اور روحانی زحمت اٹھانے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ اپنے خاندان اور برادری پر ہونے والے اثرات کی طرف سے چشم پوشی کرکے یا ان کے نتیجوں سے بے تعلق ہو کر نہیں کیا تھا۔ اپنے فیصلہ کی گرانی کے باوجود "ایک گنہگار کے توبہ کرنے سے آسمان پر منائی جانے والی خوشی" سے میں واقف تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ میں وہیں لوٹ گیا جہاں مجھے ہونا چاہیے تھا۔ اپنے آسمانی باپ کے پاس، گویا میں نے اپنے آپ کو اس کی شفقت بھری اور کھلی باہوں میں ڈال دیا ہو (لوقا: ۱۵)۔ مقدس بائبل کے اس باب میں بیان کی ہوئی کھوئے ہوئے سکے، کھوئی ہوئی بھیڑ اور کھوئے ہوئے بیٹے کی کہانی، جسے مسیح نے آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل سنایا تھا۔ گویا میری اپنی کہانی تھی۔ میری اپنی سوانح حیات، میرے اور خدا کے درمیان آپسی رشتہ کی ترجمانی! اپنی زندگی کی اس تصویر کو بے محل، تبدیل شدہ یا منسوخ قرار دے کر میں اسے کیسے ٹھکراتا!۔

۴۔ خراج تحسین

اگر میں پھر ایک بار یہ کہوں کہ میں قرآن مجید کا مرہون منت ہوں تو اسے گستاخی نہ سمجھا جائے۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس سے بہت کچھ سیکھا۔ بعض ناظرین شاید یہ کہیں کہ مجھے اس سے اور بھی سیکھنا چاہیے۔ بیشک ان کا کہنا بجا ہے۔ یہ میں بھی مانتا ہوں لیکن کیا انہوں نے بھی اسی طرح سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیا ہے؟ مجھے ایسا لگا جیسے قرآن مجید فطری طور پر مجھے پہلی آسمانی کتابوں کی طرف راغب کررہا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کی صحیح تشریح، کم از کم میں نے مقدس بائبل ہی میں پائی:

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

وہی تو ہے جو اپنے بندہ پر واضح (المطالب) آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور بیشک خدا تم پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان (۵۷: ۹)۔

۴۔ ازسرِ نوعَ پیدائش: کیسے اور کس لئے

۱۔ خدا کے فرزندوں کی نشوونما

محض کسی مسیحی خاندان میں جنم لینے سے کوئی شخص مسیحی نہیں بنتا۔ مسیحی ہونے کا مطلب ہے نئے سرے سے پیدا ہونا، خدا کے روح القدس سے نیا جنم پانا۔ اسی کا مطلب ہوتا ہے روزانہ بُرے خیالات اور بُرے اعمال سے منہ موڑ لینا اور روحانی غذا حاصل کرنے کے لئے ہر دم خدا کی طرف اور اس کے کلام کی طرف رجوع کرنا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح انسان روزانہ اپنی جسمانی قوت، مادی غذا سے حاصل کرتا ہے۔ میں خدا کے نوزاد بچے کی طرح اس کے کلام اور اس کی ہدایت کا بھوکا تھا۔

اپنے آپ کو ہر طرح کی بدی، جھوٹ، مکاری اور حسد اور بدگوئی سے بچائے رکھو۔ نوزاد بچوں کی مانند ہمیشہ خالص روحانی دودھ کے مشتاق رہو تاکہ اس کے وسیلہ سے تم چھٹکارا پانے کے لئے بڑھتے جاؤ۔ کیونکہ کتاب مقدس کہتی ہے "تم نے خود یہ جان لیا ہے کہ خداوند کتنا مہربان ہے۔" (۱۔ پطرس ۲: ۱ تا ۳)۔

ظاہر ہے کہ ایک نومسیحی کسی کامل اور تجربہ کار مسیحی کی صحبت ہی میں روحانی تقویت پاسکتا ہے۔ چونکہ ہمارے قرب وجوار میں کوئی اور مسیحی نہ رہتا تھا، میں اس نعمت سے محروم رہا۔ لیکن خدا کے فضل سے میری بیوی، ملّی نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا اور مجھے ہمت دلاتی رہیں۔ خصوصاً اس ابتدائی طوفانی دور میں جو میری تبدیلی مذہب کے بعد پیش آیا۔

یہ لازمی ہے کہ ہر نومعتقد متواتر اپنی تبدیلی مذہب کا جائزہ لے۔ کیا اس کا مذہب تبدیل کرنا حقیقی ہے؟ کیا اس کے ارادے روحانی اعتبار سے نیک ہیں یا ان میں، مادی مفاد کی خاطر، خود غرضی، حرص، یہاں تک کہ تقویٰ کی آمیزش ہے؟ وہ کیا تھا اور کس مقصد کے لئے اس نے اپنا مذہب تبدیل کیا؟ وہ خدا کی اور اپنے پڑوسیوں کی خدمت بہتر طور پر کس طرح کرسکتا ہے؟ وہ اپنے رشتہ داروں اور خویش واقارب سے کس طرح پیش آئے خواہ وہ اس کی مخالفت کریں، اسے بدنام کریں یا اس سے دست بردار ہوجائیں؟ کیا اس کی موجودہ زندگی اس دائمی تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے جس کے حصول کا وہ دعویٰ کرتا ہے؟ اس سلسلہ میں مقدس بائبل کی حسب ذیل آیات سے مجھے کافی مدد ملی:

پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے (متی ۷: ۱۲)۔

دیا کرو، تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا؟ (لوقا ۶: ۳۸)۔

اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں (متی ۵: ۱۶)۔

پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے (متی ۵: ۴۸)۔

جی ہاں، یہ آیات میری سمجھ بوجھ کا دائرہ وسیع کرنے میں کافی حد تک مددگار ثابت ہوئیں۔ لیکن مسیح کا خادم اس آخری آیت (پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا کہ تمہارا آسمانی باپ کامل ہے) کا مطلب کیسے سمجھے، کیسے اس کے سایہ میں پنپنے اور اس پر عمل کرے؟ میری خامیوں اور اس نصب العین کے درمیان، جس کی مسیح مجھ سے توقع رکھتا ہے، ایک وسیع خلیج حائل تھی۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ میری خامیوں کی اصلیت کو مجھ سے بہتر وہ جانتا ہے اور پھر بھی نصب العین برقرار رہا۔

مراقبہ اور دعا کے ذریعہ کافی عرصہ کے بعد پتہ لگتا ہے کہ ایسا نصب العین تباہ کن بھی ہے اور خوش آہنگ بھی: تباہ کن ہماری خامیوں اور کمزوریوں کی بنا پر اور خوش آہنگ مسیح کے اعتماد کی بنا پر جو اسے اپنے خادموں پر ہے۔ وہ ان کے لئے کوئی معمولی یا ناقص نصب

العین کیوں پسند کرے؟ وہ ان سے ویسی ہی خدمت اور قربانی کی توقع کیوں نہ رکھے جیسی خود اس نے کی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ایسے نصب العین کے حصول کے لئے اس نے ہمیشہ اپنے خادم کا ساتھ دیا، ہردم اس کی ہمت افزائی کی، جب وہ ڈگمگایا تو اسے ابھارا اور جب اس نے ٹھوکر کھائی تو اسے اٹھالیا؟

کیونکہ جس صورت میں اس نے خود ہی آزمائش کی حالت میں دکھ اٹھایا تو وہ ان کی بھی مدد کرسکتا ہے جن کی آزمائش ہوتی ہے (عبرانیوں ۲: ۱۸)۔

یہ سبھی جانتے ہیں کہ مسیح نے اپنی بیشتر زندگی مریضوں کی خدمت میں صرف کی اور آپ نے یہ میراث اپنے خادموں کے لئے چھوڑدی۔ یہ کوئی اتفاقیہ امر نہیں ہے کہ بھارت میں مسیحیوں کی ایک غیر متناسب تعداد طبی خدمت اور خصوصاً تیمارداری میں مصروف رہی ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

مجھے اس بات کا احساس بڑی مدت کے بعد ہوا کہ میری طبی صلاحیت دراصل خدا کی دین ہے" تیرے پاس کون سی چیز ہے جو تونے دوسرے سے نہیں پائی (۱ کرنتھیوں ۴: ۷)۔ یہ سچ ہے کہ خلق خدا کی خدمت کے خاطر میں ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ یہی اصول ہمیں سکھایا جاتا تھا اور توقع بھی یہی رکھی جاتی تھی کہ ہم اس کو نبھائیں! اور یہ نصب العین اچھا بھی ہے بشرطیکہ انسان ذاتی مفاد کی خاطر دولت، مرتبہ اور اقتدار جیسے مخلوط اارادوں کو اپنے اندر پنپنے نہ دے۔

مسیح کا خادم بننے کا اور اس کے خادم کے طور پر زندگی گزارنے کا صحیح مطلب مجھے ان آیات سے معلوم ہوا:

کیونکہ جو شخص غلامی کی حالت میں خداوند میں بلایا گیا ہے وہ خداوند کا آزاد کیا ہوا ہے اسی طرح جو آزادی کی حالت میں بلایا گیا ہے وہ مسیح کا غلام ہے (۱ کرنتھیوں ۷: ۲۲)۔

تم دنیا کے نور ہو۔ جو شہر پہاڑ پر بسا ہے وہ چھپ نہیں سکتا اور چراغ جلاکر پیمانہ کے نیچے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں اور اس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں (متی ۵: ۱۴تا۱۶)۔

خدا تعالیٰ نے مجھے محض پیدا ہی نہیں کیا تھا، اس نے مجھے صرف طبی صلاحیت ہی نہیں بخشی تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس نے مجھے مسیح کے خون کے عوض مول لے لیا تھا! اب میں اس کا فرزند بن گیا تھا۔ میں نجات پاچکا تھا۔ میرے گناہ بخشے گئے تھے اور میں آزاد کیا گیا تھا تاکہ میں اس کی خدمت کروں اور اس کی غرض وغایت پوری کروں جس سے اس کی تمجید ہو نہ کہ میری اپنی! ایک ایسا نشان بنوں جو اوروں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کرے بلکہ اس کی طرف جو تمام نیکی کا واحد منبع ہے۔ خداوند کی تمجید ہو کیا بیٹے یا بیٹی کی خدمت نوکر یا غلام کی خدمت سے بڑھ کر نہیں ہوتی؟

خدا نے مجھے ملی جیسی شریک حیات اور ہم پیشہ خدمت گار عنایت کی تھی جو نرس اور مڈوائف تھی۔ ہم دونوں نے مل کر اپنی ساری پونجی صرف کرکے قوم کے لئے ایک ادنیٰ سی طبی خدمت پیش کرنے کا تہیہ کرلیا۔ اپنی سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر ہم نے داس گاؤں میں ایک طبی مرکز شروع کیا۔ یہ دیہات میری جائے پیدائش کے بالکل قریب بسا ہوا ہے متعدد و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے چار سال تک ہم امراء وفقراء دونوں کا علاج کرتے رہے۔ مہینہ میں ایک بار ہم اپنی بیٹی، شیرین، سے ملنے پونہ جایا کرتے تھے۔ جہاں اسے ہم نے ایک بورڈنگ سکول میں شریک کیا تھا۔ یہ شہر داس گاؤں سے تقریباً سو کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ پونہ جانے سے ہمیں مسیحی بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ کسی بھی گرجا میں عبادت کرنے کا موقع ملتا تھا جس کے لئے ہم شکر گزار تھے۔ اس کے بعد ہم اور نگ آباد چلے آئے اور اس طرح سلسلہ جاری رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ ایک اور طوفان نے ہمیں آگھیرا۔

۲- اطاعت کی قیمت

مقدس بائبل میں کہیں بھی کسی مسیحی کے لئے آسودہ زندگی کا وعدہ نہیں کیا گیا" وہ کون سا بیٹا ہے جسے باپ تنبیہ نہیں کرتا-" (عبرانیوں ۱۲: ۷)؟ لیکن خدا اپنے فرزندوں کو اس قدر قوت ضرور بخشتا ہے کہ وہ اپنی مشکلوں کا سامنا کر سکیں- ذہنی طور پر میں اسے بخوبی جانتا تھا لیکن اس کا ذاتی تجربہ دسمبر ۱۹۷۹ء میں ہوا جب مجھے غدود کا کینسر لاحق ہوا-

قرآن مجید میں دئے ہوئے حضرت ایوب کے مختصر تذکرہ سے میں واقف تھا اور آپ کی آزمائشوں اور اذیتوں کا مفصل حال مقدس بائبل میں پڑھ چکا تھا- لیکن آپ کی مشکلات کا صحیح اندازہ مجھے اب ہوا کیونکہ کینسر اور اس کے علاج دونوں میرے لئے وبال جان بن گئے تھے- حضرت ایوب کی طرح میں بھی جانتا تھا کہ خدا کو میری تکلیف کا مجھ سے بھی زیادہ علم ہے- میں جانتا تھا کہ وہ لاپرواہ نہیں ہے کیونکہ اس نے مسیح کی ناقص اور بدبخت صلیب ہی کے ذریعے اپنی دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا مظاہرہ کیا- خدا کی اس انقلاب انگیز اور مبارک متناقص قدرت کا جو انسان کی اپنی کمزوری میں سے نکل آتی ہے، بذات خود تجربہ حاصل کرنا ہی مسیحی دین کے راز جاننا ہے- اسی نے مجھے اپنے آپ کو اندھی تقدیر کے حوالہ کرنے اور اپنی اذیت ہی کو کوستے رہنے کے فعل سے بچالیا- جس طرح دوڑنے کی بازی جیتنے کے لئے پٹھوں پر حد سے زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے اور موسیقی پیدا کرنے کے لئے وائلن کے تار کو کھینچنا پڑتا ہے اسی طرح انسان کے ایمان کو پرکھنے کے لئے اگر اس کے پورے وجود پر تناؤ پڑا تو اس میں تعجب کس بات کا؟ مسیح کے قول کے مطابق جو لوگ خدا کی ابوت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں وہ پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکتے ہیں اور معجزے دکھا سکتے ہیں-"

کینسر سے چھلنی جسم کا اٹھارہ ماہ تک متواتر علاج کرنے کے بعد بھی بیماری دوبارہ ابھر آئی- ایک وقت ایسا بھی آیا جب میرا پاؤں جو بری طرح سڑ گیا تھا، کٹوانے کی نوبت آئی- لیکن آج خدا کے فضل سے میں بالکل تندرست ہوں اور اپنے دونوں پاؤں پر کھڑا ہوں اور فروری ۱۹۸۲ء سے لے کر آج تک کینسر کے مزید علاج کی ضرورت نہ ہوئی- پھر ایک بار میں اورنگ آباد کے ان باشندوں کی خدمت میں مصروف ہوں جنہوں نے مجھے مردہ تصور کیا تھا- لیکن ان میں سے بہتیرے مجھے چاہتے تھے اور میری شفایابی کے لئے دعا کیا کرتے تھے- میں نے بھی تکلیف میں کچھ ایسی خوشی اور راحت محسوس کی تھی جس کا تذکرہ مقدس بائبل میں یوں کیا گیا ہے:

" اے میرے بھائیو! جب تم پر طرح طرح کی آزمائشیں آئیں تو خوش ہونا کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب تمہارا ایمان ایسی آزمائشوں کا مقابلہ کر کے کامرانی حاصل کرتا ہے تو تم میں برداشت کی طاقت پیدا ہوتی ہے- یہ دیکھنا ایک لازمی امر ہے کہ تمہاری قوت برداشت تمہیں آخری منزل تک بغیر کسی ناکامی کے پہنچا دے تاکہ تم کامل ہو جاؤ اور تم میں کوئی کمی و کمزوری باقی نہ رہے (یعقوب ۱: ۲، ۴)-

قیامت کے قبل از وقت تجربہ کا ذکر کرنے کی کوئی کیسی جرات کرے؟ خدا کا شکر بجالاتے ہوئے میں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنی زندگی پھر سے اس کے لئے وقف کر دی-

۳- منزل کمال کی طرف دوڑ

میری اپنی علالتوں کے باعث مریضوں اور ان کے علاج کی جانب میرے رویہ میں بے حد تبدیلی آگئی- یہ خدا کی مہربانی تھی جو میں نے جسمانی تکالیف اٹھائیں تاکہ میں دوسروں کی اذیتوں کو سمجھ سکوں- اب میں ان کی تفتیش کر کے ان کا اپنا علاج کرتا ہوں نہ کہ محض ان کی بیماریوں کا- اب میری یہی تمنا رہتی ہے کہ وہ جانیں کہ خداوند ان کی پرواہ کرتا ہے اور بالآخر وہی شفا بخشتا ہے- طبی عملہ، اوزار اور ادویات محض اس کی دین ہیں اور آخر میں مریض و عملہ دونوں کا صرف یہی کہنا فرض بن جاتا ہے کہ " پیارے خدا! تیرا شکر ہو!"

ہم اپنے مریضوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور انہیں مقدس بائبل کے ایسے جزو پیش کرتے ہیں جن میں وہ اپنی زندگی کے لئے نئی امنگ ، نئی مراد اور خداداد سکون پاتے ہیں۔

کاش کہ وہ اپنی تکلیف میں بھی خدا کو نہ صرف اپنے آقا و منصف کے طور پر بلکہ محب آسمانی باپ کی طرح دیکھ سکیں۔ کاش کہ وہ خدا کی محبت اور بخشش کی مٹھاس کو چکھ سکیں اور ان کے دل غصہ کے تیزاب ، حرص، حسد، نفرت اور انتقام سے آزاد ہوں ، جو بسا اوقات جسمانی شفایابی میں بھی رکاوٹ ڈالتے ہیں۔

اور اگر اس کا روح تم میں بسا ہوا ہے جس نے یسوع کو مردوں میں سے جلایا تو جس نے یسوع کو مردوں میں جلایا وہ تمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اس روح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا جو تم میں بسا ہوا ہے۔(رومیوں ۸: ۱۱)۔

لیکن جب تک کوئی خوشخبری کی منادی نہیں کرتا وہ کیسے سنیں؟ (رومیوں ۱۰ : ۱۴)۔

یہ سچ ہے کہ شروع شروع میں میرے چند دور کے رشتہ دار اور میرے مذہب بدلنے سے آزردہ ہوگئے تھے اور میرے خاندان کی مخالفت کرتے تھے۔ کچھ معمولی تعذیب اور ننگ آباد میں بھی ہوئی ورنہ اس کے علاوہ ہم نے شاید ہی کوئی عداوت اپنے رشتہ داروں یا برادری کی طرف سے محسوس کی ۔ ہمارے سبھی رشتہ دار بلاناغہ ہم سے ملتے جلتے رہتے ہیں اور ہمیں چاہتے بھی ہیں۔ جب وہ ہمارے گھر آتے ہیں تب ہم اکھٹے بیٹھ کر مقدس بائبل پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ بعض واقات وہ ہمیں کسی خاص غرض سے دعا کرنے کے لئے بھی کہتے ہیں۔ ہم خدا کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ہمیں محفوظ رکھا اور ہمارے خاندانی تعلقات برقرار رکھے۔

" پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا کہ تمہارا آسمانی باپ کامل ہے ۔" مسیح کے خدام کی حیثیت سے اس مقصد کے حصول کی خاطر ہم آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور اس کی تقلید کرتے ہیں جو ہمارے ایمان کا بانی اور اسے کامل کرنے والا ہے اور ہم اس کے خادم اعلیٰ ، پولس کی صدا کو دہراتے ہیں خواہ دھیمی آواز ہی میں سہی :

اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں پاچکا یا کامل ہوچکا ہوں بلکہ اس چیز کے پکڑنے کے لئے دوڑا ہوا جاتا ہوں جس کے لئے مسیح یسوع نے مجھے پکڑا تھا۔ اے بھائیو! میرا یہ گمان نہیں کہ پکڑچکا ہوں بلکہ صرف یہ کرتا ہوں کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں ان کو بھول کر آگے کی چیزوں کی طرف بڑھتا ہوا، نشان کی طرف دوڑا ہوا جاتا ہوں تا کہ اس انعام کو حاصل کروں جس کے لئے خدا نے مجھے مسیح یسوع میں اوپر بلایا ہے۔(فلپیوں ۳: ۱۲ تا ۱۴)۔

لیکن راہ کس قدر لمبی ہے، سفر کس قدر دشوار ہے او تحمل کس قدر گراں بہا ہے یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ ہم صرف مسیح کو تکتے رہتے ہیں " جس نے محض اس خوشی کے لئے جو اس کی نظروں کے سامنے تھی، صلیب کا دکھ سہا" (عبرانیوں ۱۲ : ۲)

-------۔ ہمارے لئے اور ہماری نجات کے لئے۔

اور آپ کے لئے اور آپ کی نجات کے لئے بھی !

اگر آج تم اس کی آواز سنو تو اپنے دلوں کو سخت نہ کرو۔(عبرانیوں ۴: ۷)۔

اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو، سب میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا۔(متی ۱۱ : ۲۸)۔